ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
جلد (۱)
یوم جمعہ ۳۰ شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۳ اپریل ۱۹۵۶ء
قیمت ۸ آنے
شمارہ ۴۸
قرآن نمبر
وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ
(القرآن)
(اور بے شک یہی میرا
سیدھا راستہ ہے
سو اسی کا اتباع کرو)
اے مسلماں گر تو خواہی زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن
ایڈیٹر:
عبدالمنان چوبان
AFZAAL

اسلامی تصوّرات ——— اور ——— اسلامی فکرونظر

ہی معاشرہ کی اخلاقی، مادی اور روحانی ترقی کا موجب قرار دئے جا سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ خلقِ خدا کی فلاح و بہبودی کے لئے مختلف النوع خیرّانہ اور دینی امور کی انجام دہی بھی ایک انسانی اور فطری فریضہ ہے۔ ان مقتضیات کے پیشِ نظر ۸ جنوری ۱۹۴۰ء کا دن فیروز سنز کی تاریخ میں یادگار رہے گا۔ جب کہ الحاج مولوی فیروز الدین مرحوم و مغفور بانیٔ فیروز سنز نے ملک اور قوم کی بھلائی اور معاشرہ کی ان اہم ضروریات کو حتی الامکان پورا کرنے کیلئے دو لاکھ روپے کی خطیر رقم سے

فیروز سنز ٹرسٹ قائم کرکے اپنی اخلاقی اور دینی فرض شناسی کا ثبوت دیا!

ٹرسٹ حسب ذیل اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ جن کے قواعد و ضوابط باقاعدہ حکومت سے منظور شدہ ہیں:۔

۱۔ اسلامی فکر و ثقافت اور تصوّرات کی اشاعت و تبلیغ۔ اموال وقف سے اسلامی ادب، دینی کتب اور جرائد و رسائل کی اشاعت و تجارت بالخصوص قرآن مجید معرّا و مترجم کی طباعت و اشاعت کی جارہی ہے۔

۲۔ ٹرسٹ کے زیرِ اہتمام کئی سال سے تین خیراتی ہسپتال لاہور، پشاور اور کراچی میں قائم ہیں۔ جن میں روزانہ صدہا مریض مفت دوا، علاج و مشورہ حاصل کرتے ہیں۔

۳۔ ٹرسٹ مخصوص حالات میں مدارس تعلیمی درسگاہوں اور بعض ایسے اداروں کے ساتھ تعاون بھی کرتا ہے۔ جو اسلامی ادب، شریعت اور مذہب کی تعلیم و تبلیغ میں مصروف ہیں۔

۴۔ ٹرسٹ ایسے لوگوں سے بھی واسطہ رکھتا ہے۔ جن کے قلوب حق اور راستی کی طرف مائل ہوں۔

ہر مسلمان ٹرسٹ کے مطبوعہ قرآن مجید ہدیۃً حاصل کرکے اس صدقۂ جاریہ میں حصّہ لے سکتا ہے۔ اب تک ٹرسٹ کے زیرِ اہتمام متعدد اقسام کے معرّا و مترجم قرآن مجید چھپ کر مسلمانوں کی روحانی تسکین کا باعث بن رہے ہیں!

تسہیل القرآن

۳

الٓمٓ — سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ (۸۷) — (۲) — رکوعاتھا ۴۰ — آیاتھا ۲۸۶

سورۂ بقرہ مدینہ میں نازل ہوئی — آیتیں ۲۸۶ — رکوع ۴۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ۝۱ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ

الٓمٓ یہ وہ کتاب ہے کوئی شک و شبہ نہیں جس میں

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ

ہدایت کرتی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو جو ایمان لاتے ہیں

بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

غیب پر اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور اس میں سے جو ہم نے انہیں دیا ہے

يُنْفِقُوْنَ ۝۳ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ

خرچ کرتے ہیں اور جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا

اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ

آپ پر اور جو اتارا گیا آپ سے پہلے (نبیوں پر) اور آخرت پر بھی

هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى

وہ یقین رکھتے ہیں یہی لوگ ہدایت پر ہیں

مِّنْ رَّبِّهِمْ ۖ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵

اپنے رب کی طرف سے اور یہی ہیں پورے کامیاب

منزل ۱

نمونہ حمائل شریف مترجم محشی تسہیل القرآن مترجمہ مولینا مولوی فیروز الدین صاحب سائز ۲۰×۳۰/۱۶ حجم ۱۰۰۲ صفحات

۷۰۳ — عمّ ۳۰ — النبا ۷۸

سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ ۸۰ — ۷۸ — آیاتھا ۴۰ — رکوعھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝۱ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝۲ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ

مُخْتَلِفُوْنَ ۝۳ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۴ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۵ اَلَمْ

نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝۶ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝۷ وَّخَلَقْنٰكُمْ

اَزْوَاجًا ۝۸ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝۹ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝۱۰

وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝۱۱ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝۱۲ وَّ

جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝۱۳ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً

ثَجَّاجًا ۝۱۴ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۝۱۵ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝۱۶ اِنَّ

يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۝۱۷ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۝۱۸

وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۝۱۹ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ

سَرَابًا ۝۲۰ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝۲۱ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ۝۲۲ لّٰبِثِيْنَ

فِيْهَآ اَحْقَابًا ۝۲۳ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝۲۴ اِلَّا حَمِيْمًا

منزل ۷

نمونہ قرآن مجید ۱۳ سطور معرّا سائز ۲۰×۳۰/۸ حجم ۷۲۸ صفحات

فیروز سنز

لاہور ۶۰ دی مال ——— کراچی شیدر روڈ ——— پشاور ۳۵ دی مال

سیل ڈپو کشمیری بازار لاہور

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۱ | یوم جمعہ ۳۰ شعبان المعظم سنہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۳ اپریل سنہ ۱۹۵۶ء | شمارہ ۴۸

قرآن نمبر

قرآن مجید کو ماہ رمضان المبارک سے خاص مناسبت ہے۔ اس مناسبت کا ذکر اللہ تعالےٰ نے خود فرمایا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ (سورہ بقرہ رکوع ۲۳ پ ۲)

ترجمہ:۔ (رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اُتارا گیا)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ (سورہ القدر پ ۳۰ رکوع ۱)

(ترجمہ:۔ بیشک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اُتارا ہے) صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ شب قدر رمضان المبارک میں ہے۔

قرآن مجید اور رمضان المبارک کے اس تعلق کی بناء پر ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور کی مجلس منتظمہ نے یہ فیصلہ کیا کہ ماہ رمضان المبارک میں اس کا جو پہلا پرچہ شائع ہو وہ قرآن نمبر ہونا چاہیئے۔ اس فیصلہ کے ماتحت قرآن نمبر پیش خدمت ہے۔ آپ کا یہ اخبار چونکہ ہر جمعہ کو شائع ہوتا ہے۔ اس لیے قرآن نمبر بھی جمعہ ہی کو شائع ہو رہا ہے۔ باقی رمضان المبارک کی یکم تاریخ کا انحصار تو چاند کے طلوع پر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے یا اس کے بعد حکومت کی مرکزی اور صوبائی رویت ہلال کمیٹیوں کے اختیار میں ہے کہ وہ بیک جنبش قلم یکم رمضان جمعہ یا ہفتہ کو بنا دیں۔ ہم تو دعا ہی کر سکتے ہیں کہ خدا کرے کہ جمعرات کو مطلع صاف ہو اور چاند نظر آ جائے تاکہ ان کمیٹیوں کو اس کے متعلق کوئی فیصلہ کرنے کی زحمت ہی نہ اٹھانی پڑے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

بہر حال یکم رمضان المبارک سے پہلے قرآن نمبر قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچ چکا ہوگا۔ ہمارا اپنی اس ناچیز کوشش کے متعلق کوئی دعوےٰ کرنا بے سود ہے اس لئے کہ قرآن مجید احکم الحاکمین کا فرمان ہے اور اس کی شان کے مطابق کوئی نمبر پیش کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ ہمیں اپنے عجز کا بھی پوری طرح اعتراف ہے۔ اس کے علاوہ آپ کا یہ اخبار جن حوصلہ شکن حالات میں شائع ہو رہا ہے۔ ان کا علم بہت کم حضرات کو ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود اخبار کا نہ صرف شائع ہوتے رہنا بلکہ ترقی کرتے جانا صاف طور پہ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی امداد خصوصی اس کے شامل حال ہے۔ کیونکہ اس کے اجراء کا منشاء ہی اس کی رضاء کے حصول کے لئے کوشش کرنا ہے۔ نہ طلب زر مقصود ہے اور نہ شہرت کی طلب ہے۔ صرف کتاب و سنت کا پیغام مسلمانوں تک پہنچانا اس کا نصب العین ہے اور اس میں بھی صرف مثبت پہلو پیش کیا جاتا ہے۔ احباب کے تقاضے اور مخالفین کی چھیڑ چھاڑ کے باوجود ہمارے ان ارادوں میں تزلزل پیدا نہیں ہوا۔ یہ اللہ تعالےٰ کا ہی فضل تھا کہ اس نے ہمیں پھسلنے نہیں دیا۔ اس پہ ہم اس کا جتنا بھی شکر ادا کریں وہ کم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ساتھ ہمارے بزرگوں کی دعاؤں کا بھی اس میں بہت بڑا دخل ہے۔

یہ سب باتیں اپنی جگہ درست ہیں۔ لیکن ان کے باوجود ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جہاں تک ہماری کوشش اور استعداد کا تعلق ہے ہم نے اس میں کوتاہی نہیں کی۔ اور جو کچھ ہم سے بن پڑا وہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اب یہ اللہ تعالےٰ کا کام ہے کہ ہماری سعی کو مشکور فرمائیں یا رد فرمائیں۔ یا اس کے بعد فیصلہ قارئین کرام کے ہاتھ میں ہے کہ ہماری کوشش کی داد دیں یا نہ دیں۔ دونوں صورتوں میں بفضلہ تعالےٰ ہمارا قدم منزل مقصود کی طرف بڑھتا ہی چلا جائے گا۔ قبولیت اور حوصلہ افزائی کی گئی تو ہم زیادہ ہمت سے قدم اٹھائیں گے۔ اور دوسری صورت میں ہم اپنی کوتاہیوں کی اصلاح کر سکیں گے۔

آخر میں ہم اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں دُعا کرتے ہیں کہ وہ ہماری اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے۔ اور مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ اس کے ذریعہ قرآن مجید سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

ماہ رمضان المبارک کا احترام

روزہ ارکان خمسۂ اسلام میں سے ایک رکن ہے۔ اور یہ ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے۔ ماہ رمضان المبارک کے ۲۹ یا ۳۰ روزے لازمی ہیں۔ صرف مریض اور مسافر کے لئے اجازت ہے کہ وہ صحت یاب ہونے یا سفر سے واپس آنے کے بعد قضا دے لے۔

حضورؐ نے اس مبارک مہینہ کی بے شمار فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔ اس لئے اس کا احترام مسلمانوں پر واجب ہے۔ تقسیم ملک سے قبل تو اس کا نکافی سے زیادہ احترام

(باقی ۲۵ پر)

اُمّ القرآن

یعنی

سورۂ فاتحہ

از میاں عبد الرحمٰن صاحب بی اے-بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَ سَلَامٌ
عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

امّا بعد- عربی زبان میں "اُم" کا اطلاق تمام ایسی چیزوں پر ہوتا ہے جو ایک طرح کی جامعیت رکھتی ہوں، یا بہت سی چیزوں میں مقدم اور نمایاں ہوں، یا پھر کوئی ایسی اُوپر کی چیز جس کے نیچے اس کے بہت سے توابع ہوں۔ چنانچہ سر کے درمیانی حصے کو اُم الراس کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ دماغ کا مرکز ہے پس اس سورت کو اُمّ القرآن کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ یہ ایک ایسی سورت ہے جس میں مطالب قرآنی کی جامعیت اور مرکزیت ہے باجو قرآن کی تمام سورتوں میں اپنی نمایاں اور مقدم جگہ رکھتی ہے

یہ قرآن کی سب سے پہلی سورت ہے اس لئے فاتحۃ الکتاب کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ جو بات زیادہ اہم ہوتی ہے، قدرتی طور پر پہلی اور نمایاں جگہ پاتی ہے۔ یہ سورت قرآن کی تمام سورتوں میں خاص اہمیت رکھتی تھی۔ اس لئے قدرتی طور پر اس کی موزوں جگہ قرآن کے پہلے صفحے ہی میں قرار پائی۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ
وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ (سورہ الحجر پ۱۴ ع ۶)

ترجمہ:- اور ہم نے دی ہیں تجھ کو سات آیتیں وظیفہ اور قرآن بڑے درجے کا)

اس سے مراد سورہ فاتحہ کی سات آیات ہیں جو ہر نماز کی رکعت میں دہرائی جاتی ہیں اور جن کو بطور وظیفہ کے بار بار پڑھا جاتا ہے۔ احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ نبی کریمؐ نے سورہ فاتحہ کو فرمایا۔ کہ یہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھ کو دیا گیا اسی چھوٹی سی سورت کو قرآن عظیم فرمانا درجہ کے اعتبار سے ہے یہ سورت ایک خلاصہ اور متن ہے جس کی تفصیل و شرح پورے قرآن کو سمجھنا چاہیے۔ قرآن کی تمام علوم و مطالب کا اجمالی نقشہ صرف اس سورت میں موجود ہے۔ قرآن کے مفصل بیانات کا ایک مختصر اور سیدھا سادھا خلاصہ ہے جسے ہر انسان بآسانی ذہن نشین کر لے اور پھر ہمیشہ اپنی دعاؤں اور عبادتوں میں دہراتا رہے۔ یہ سورۃ اس کی دینی زندگی کا دستور العمل، خدا پرستی کے عقائد کا خلاصہ اور روحانی تصورات کا نصب العین ہے۔

یہ سورت قرآن کا چہرہ یا دیباچہ ہے۔ سورۃ الحمد تمام قرآن کا نچوڑ ہے۔ اس میں عقائد و اعمال کی اصلاح بھی ہے۔ تہذیب نفس، ادب اور اخلاق کی تعلیم بھی ہے۔ پورا علم شریعت، طریقت اور حقیقت اس میں موجود ہے۔ انبیاء، شہدا، صدیقین اور صالحین کی تعریف بھی ہے۔ منافقین اور کافرین کی برائی بھی ہے۔ سابقین الی اللہ اور سابقین الی اللہ کی طرف دلچسپ اور لطیف اشارات بھی ہیں۔ فرمانبرداری اور اطاعت کی طرف ترغیب اور نافرمانی دسرتابی سے تہدید اور ممانعت بھی ہے خلاصہ یہ جو کچھ پورے قرآن میں ہے وہ سب اس ایک سورت میں ہے فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن میں ان امور کا مفصل بیان ہے اور اس سورت میں اجمالی اشارات ہیں۔ قرآن سے امور مذکورہ کا استنباط اکثر سمجھدار لوگ کر سکتے ہیں۔ اور اس سورت سے مضامین بالا کا اقتباس صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے حواس روشن، مشاعر منور دل صاف، روح مستعد ہو اور دماغ میں ملکہ، دانش اور پھر خدا کی توفیق بھی شامل حال ہو

اس سورت کو اساس القرآن بھی اسی لئے کہا گیا ہے۔ یعنی قرآن کی بنیاد۔ کافیہ کہلانے کی یہ وجہ ہے کیونکہ یہ سورت ایک ایسی شے ہے جو کفایت کرنیوالی ہے۔ اس کو کنز بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ عرش کے خزانوں کے نیچے سے ایک خزانہ ہے۔ سورۃ الصلوٰۃ یعنی ایسی سورت جس کے بغیر نماز ہی نہیں پڑھی جا سکتی

لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ۔

اس سورۃ کے ۲۵ نام ہیں۔ جن میں سے مشہور مشہور کا اوپر ذکر کر دیا گیا ہے۔ سورہ الحمد۔ کیونکہ یہ سورت لفظ الحمد سے شروع ہوتی ہے۔ اُم الکتاب یعنی کتاب کی اصل۔ شافیہ۔ شفا کا کام کرنے والی۔ یہ سورت ہر مرض کی شفا ہے۔ سورۃ السؤال۔ کیونکہ اس سورت میں سوال کرنے کا طریقہ سکھایا گیا ہے۔ سورۃ المناجات۔ اس میں خدا تعالےٰ کی مناجات ہے۔ سورۃ نوریہ۔ سورت دو نوروں سے ایک نور ہے۔ سورۃ الشکر۔ سورۃ التفویض سورۃ تعلیم المسئلہ۔ سورۃ دعا۔ کیونکہ یہ بہترین دعا ہے

یہ سورت مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس لئے مکیہ کہلاتی ہے۔ اس میں سات آیتیں ہیں۔ ۱۲۹ حروف ہیں۔ ۲۵ کلمات ہیں۔ یہ سب سے بڑی اور سب سے بہتر سورت ہے۔

اس سے زیادہ سہل اور دلنشیں اسلوب بیان کیا ہو سکتا ہے۔ سات چھوٹے چھوٹے بول ہیں۔ ہر بول چار پانچ لفظوں سے زیادہ کا نہیں اور ہر لفظ صاف دلنشیں معانی کا نگینہ ہے جو اس انگوٹھی میں جڑ دیا گیا ہے۔

شانِ نزول

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اوپر کی جانب دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ حضرت جبرئیلؑ نے سر اوپر اٹھایا دیکھا اور کہا یہ دروازہ آسمان جو آج کھلا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا تھا۔ اور یہی گفتگو ہو رہی تھی۔ اتنے میں ایک فرشتہ نازل ہوا۔ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا یہ فرشتہ اس سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا تھا۔ الغرض اس فرشتے نے سلام کر کے عرض کیا کہ آپ کو دو نوروں کی خوشخبری ہو۔ وہ نور ایسے ہیں کہ آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کئے گئے۔ ایک تو سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں اٰمَنَ الرَّسُوْلُ الخ اور دوسرا الحمد للہ رب العالمین الخ۔ آپ سے پہلے کسی نے بھی اس کا ایک حرف نہیں پڑھا۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابی بن کعب نے سورہ الحمد پڑھ کر سنائی اس کو سن کر حضورؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس طرح کی کوئی سورۃ۔ کوئی آیت، انجیل، توراۃ۔ زبور اور فرقان میں نازل نہیں ہوئی۔ اس کا نام سبع مثانی و القرآن العظیم ہے یہ مجھ ہی کو عطا کی گئی ہے۔

فضائل سورۂ فاتحہ

امام احمد۔ بخاری ابوداؤد۔ نسائی اور ابن ماجہ نے بروایت ابوسعید بن معلی بیان کیا ہے کہ ایک روز میں نماز پڑھ رہا تھا دیکایک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آواز دی۔ میں نماز تمام کر کے خدمت گرامی میں حاضر ہوا۔ ارشاد فرمایا۔

ابوسعید! تمہارے لئے حاضری سے کون سا امر مانع ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ فرمایا۔ کیا خدا تعالےٰ نے تم کو میرے حکم کی تعمیل کے وجوب کے لئے ارشاد نہیں فرمایا

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ
وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ۔ پھر فرمایا کہ مسجد سے

باہر جانے سے قبل میں تم کو قرآن کی اعظم سورت بتاؤں گا اس کے بعد حضور والا میرا ہاتھ پکڑے ہوئے باتیں کرتے چلے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! — حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں تجھ کو قرآن کی بزرگ ترین سورۃ بتاؤں گا۔ فرمایا۔ ہاں وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الخ

امام احمد نے حضرت جابرؓ کی روایت نقل کی ہے جابرؓ فرماتے ہیں ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ اس وقت پیشاب سے فارغ ہوتے تھے۔ میں نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ حضورؐ نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے دوبارہ کہا السلام علیک یا رسول اللہ حضورؐ نے پھر بھی جواب نہ دیا۔ میں نے سہ بارہ پھر یہی عرض کیا۔ پھر بھی آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف کو چل دئے میں پیچھے پیچھے ہو لیا۔ حضورؐ مکان پر پہنچ کر اندر تشریف لے گئے اور میں مغموم مسجد میں آ کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں سرکار والا طہارت کر کے باہر تشریف لائے اور فرمایا وَعَلَیْکَ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ وعلیک السلام ورحمت اللہ وبرکاتہٗ۔ پھر فرمایا۔ جابر! کیا میں تجھ کو قرآن کی بزرگ ترین سورت بتاؤں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ ضرور فرمایئے۔ ارشاد فرمایا کہ الحمد للہ رب العالمین الخ پڑھا کرو۔

مضامین سورت

اس سورت میں اللہ کو مخاطب کر کے ان صفتوں سے پکارا گیا ہے۔ جن کا جلوہ شب و روز انسان کے مشاہدہ میں آتا رہتا ہے۔ اگرچہ اپنی جہالت اور غفلت کی وجہ سے اُن میں غور و فکر نہیں کرتا۔ پھر اس کی بندگی کا اقرار ہے اس کی مددگاریوں کا اعتراف ہے اور زندگی کی لغزشوں سے بچ کر سیدھی راہ لگ جانے کی طلبگاری ہے کوئی مشکل خیال نہیں کوئی الجھی بات نہیں کوئی عجیب و غریب راز نہیں۔ اس سورۃ کے لئے دعا کا پیرایہ اختیار کیا گیا ہے۔ کیونکہ اگر تعلیم و امر کا پیرایہ اختیار نہ کیا جاتا تو اس کی نوعیت کی ساری تاثیر جاتی رہتی۔

اس سورت میں سب سے پہلے ربوبیت کا ذکر کیا گیا کیونکہ کائناتِ ہستی میں سب سے زیادہ ظاہر نمود اسی صفت کی ہے۔ اور ہر وجود کو سب سے زیادہ اسی کی احتیاج ہے۔

ربوبیت کے بعد رحمت کا ذکر کیا گیا۔ کیونکہ اس کی حقیقت بمقابلہ ربوبیت کے مطالعہ و تفکر کی محتاج تھی اور ربوبیت کے مشاہدات سے جب نظر آگے بڑھتی ہے۔ تب رحمت کا جلوہ نمودار ہوتا ہے پھر رحمت کے بعد عدالت کی صفت جلوہ افروز ہوتی کیونکہ یہ سفر کی آخری منزل ہے۔ رحمت کے مشاہدات کی منزل سے جب قدم آگے بڑھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے یہاں عدالت کی نمود بھی ہر جگہ موجود ہے

اور اس لئے موجود ہے کہ ربوبیت اور رحمت کا مقتضاء یہی ہے۔ جب بندے نے مقامِ مناجات میں کھڑے ہو کر کمالات و صفاتِ باری تعالےٰ کا الحمد سے لے کر یوم الدین تک ملاحظہ کیا تو اس کو بے اختیار شوق الی اللہ پیدا ہوا پھر اس کو اس سفر کا کاٹنا ضرور پڑا۔ اور ایسے سفر میں توشہ اور سواری ضرور چاہیئے۔ پس ایاک نعبدُ کا توشہ لیا یعنی عبادت کو اس سفر کا زادِ راہ اور ایاک نستعین یعنی استعانت کو سواری بنایا۔ کیونکہ گو عبادت سے خدا تعالےٰ کا وصال ہے۔ مگر بغیر اعانتِ الٰہی اور مدد غیبی محال ہے۔ جب زادِ راہ مہیا ہوا تو سیدھے رستے کے درپے ہوا اور اِھدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہا۔ اور جب سیدھی سڑک مل گئی تو رستے کے رفیق بھی درکار ہوتے جن کے سبب سے رستہ کی سب تکلیفیں آسان ہو جائیں اور اس کے مشابہ دوسرے رستے پہ نہ جا پڑے اس لئے صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کہا اور جب راہزنوں سے خوف پیدا ہوا تو غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہا۔

اس سورۃ میں پانچ چیزیں خدا تعالےٰ کے متعلق اور پانچ بندے کے متعلق مذکور ہیں — اللہ۔ رب۔ رحمٰن۔ رحیم۔ مالک اور بندہ کے متعلق (۱) عبادت (۲) استعانت (۳) طلبِ ہدایت (۴) طلب استعانت (۵) طلبِ نعمت اور غضبِ الٰہی سے پناہ اس سورت کو تمام کتبِ سماویہ کا خلاصہ اور سب کا عطر کہیں تو بجا ہے۔ اس میں علم شریعت ہے یعنی قانونِ الٰہی جس کے مطابق چلنا بندوں پر ضروری ہے۔ علم طریقت ہے جس میں دل کے معاملات پہچانے جاتے ہیں (۳) علمِ حقیقت ہے یعنی مکاشفاتِ ارواح اور تجلیِ علمی

حقیقت میں یہ سورت ایک بحرِ ذخار اور مجمع اسرارِ بے شمار ہے۔ اس سورۃ میں تمام الہامی مضامین کو مجملاً مجتمع کر دیا۔ اور ہر وہ چیز بیان کر دی گئی ہے جو ابتدائے آفرینش، آسمان و زمین اور حجر و شجر کے متعلق ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی علاماتِ قدرت اور دُنیا کی تمام نعمتیں بیان کر دی ہیں۔ انسان کی موت اور موت کے بعد عذاب و ثواب۔ دُنیا کی بے ثباتی اور نفخ صور اور احوال قیامت اور دوزخ و جنت کی کیفیت "مالکِ یوم الدین" میں جمع کر دی ہے۔ اسی طرح نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ صدقہ و خیرات اِیَّاکَ نَعْبُدُ کی تفصیل ہے۔ باہمی معاملات میں نیک چلنی۔ اخلاق حمیدہ۔ میانہ روی اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی تفسیر ہے۔ انبیائے کرام کے محامد اور اُن کے پیروؤں کے محامد صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کی تفسیر ہے۔ سرکشوں کے قصّے فرعون ہامان۔ قارون۔ قوم عاد۔ قوم ثمود۔ گمراہیوں۔ نافرمانوں اور کافروں کے حالات غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کی تفسیر ہیں۔

انسان کو چاہیئے کہ جب خدا تعالےٰ کی ذاتِ مقدس کا پرتو اپنی روح کی آنکھوں سے دیکھنا چاہے تو خدائے قدوس کی حمد و ثنا اور اس کے صفات و کمالات کا ذکر کرے تاکہ اس ذاتِ گرامی کے ساتھ ایک گونہ لگاؤ اور مناسبت پیدا ہو جائے۔ جب مناسبت پیدا ہو جائے اور سیر الی اللہ کا شوق پیدا ہو تو عبادت کا توشہ اور استعانت کی سواری بھی ساتھ لے لے اور سیدھے راستے کی توفیق بھی تلاش کرے اور جب سیدھا راستہ مل جائے تو رفقاء سفر بھی ایسے ساتھ ہونے چاہئیں کہ جن کی وجہ سے راستہ کی دشواریاں اور تکلیفیں دور ہو جائیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی لحاظ رہے کہ راستہ میں جھاڑ جھنکاڑ اور گھنا جنگل نہ ہو تاکہ ان میں کہیں الجھ کر نہ رہ جائے۔ جس سے اصلی راستہ گم ہو جائے اور غضب الٰہی میں مبتلا ہو جائے۔ جتنے خطرات اور وسوسے دل میں پیدا ہوں اُن کو دور کر دے۔ قوتِ شہوانیہ اور غضبیہ کے افراط و تفریط کے کانٹے راستہ سے صاف کر دے۔ اس کا حاصل اور نتیجہ یہ ہو گا کہ معرفتِ الٰہی کا پرتو قلب پر پڑ جائے گا۔ جس سے قلب روشن ہو جائے گا۔

حق تعالےٰ کی راہ کے سات دروازے ہیں اور یہ سات آیات سات دروازوں کی کنجیاں ہیں۔ سو بندہ جب اُن سات دروازوں کو سات چابیوں سے کھولتا ہے تو اس وقت اس راہ میں داخل ہوتا ہے۔ اور نماز میں اس کو کیفیت حاصل ہوتی ہے یہاں تک کہ دنیا اور مافیہا سے غافل ہو جاتا ہے اور کلام الٰہی کی سماعت کرنے لگتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز مومنوں کی معراج ہے۔ سات دروازے یہ ہیں:۔
(۱) ذکر (۲) شکر (۳) امید (۴) خوف (۵) اخلاص (۶) دعا (۷) اُنس کرنا ساتھ انبیاء اور صلحا کے۔

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" ذکر کی کنجی ہے
"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" شکر کی کنجی ہے
"اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" اُمید کی کنجی ہے
"مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ" خوف کی کنجی ہے
اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اخلاص کی کنجی ہے
"اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ" دعا کی کنجی ہے
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ اُنس کی کنجی ہے
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ جو انبیاء اور صلحاء سے اُنس کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں جس قدر بھی خدا تعالیٰ کی بزرگی اور ثنا ہے۔ سب الحمد للہ کے دامن تلے موجود ہے اور جتنے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ حمیدہ قرآن پاک میں مذکور ہیں سب لفظ رب میں داخل ہیں۔ اسی طرح قرآن مقدس میں جس قدر مخلوق کا ذکر آیا ہے ربّ العالمین کے تحت میں داخل ہے علیٰ ہذا القیاس۔ جتنا بخشش کا ذکر قرآن شریف میں ہے سارا الرحمٰن الرحیم کے تحت موجود ہے۔ جو وعیدیں اور

(باقی ص ۳۸ پر)

ضرورتِ قرآن

از جناب عبدالواحد صاحب لا

ضرورت قرآن کا احصاء کرنے کے لئے لازمی ہے کہ اُس زمانہ کی تاریخ اور صفحۂ عالم کی حالت پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

ایران کے مجوس کا سراپا نجاست شرک میں آلودہ ہونا اور احاطۂ انسانیت سے نکل کر سگی ماں۔ بیٹی۔ بہن سے ازدواج کو جائز و مباح سمجھ لینا

روما چرچ کے عیسائیوں کا صریح بت پرستی میں مبتلا ہو کر اُس مشرکانہ عقیدہ کی ترویج و اشاعت میں لاکھوں بندگان خدا کا خون پانی کی طرح بہانا۔

چین کا قبر پرستی اور بھوت پریت کی عبادت میں محو ہو جانا۔ اور پھر خود کو آسمانی فرزند کہلانے کا مستحق قرار دینا۔

ہند کا فسق و فجور میں بڑھ کر زنا و شراب کو بہترین افعال انسانی قرار دینا مرد و عورت کی برہنگی کے اعضاء کی تمثالوں کو سب شیوالوں میں قائم کرنا۔ دختر کشی اور قمار بازی کو نشان شرافت قرار دینا۔

عرب کا بعض صفاتِ مذکورہ بالا میں اکثر ممالک سے سبقت لے جانا۔

الغرض تمام معمورۂ عالم پر سخت تاریکی چھائی ہوئی تھی اور ان ضلالتوں و ظلمتوں کو دور کرنے میں وہ کتابیں جو دنیا میں پہلے سے نازل شدہ تھیں۔ ناکافی ثابت ہو چکی تھیں۔

اُن کا تمام عالم کے بگڑے ہوئے اوپر پر کیا اثر ہوتا بلکہ خود وہی قوم (جس میں اس کتاب کا نزول ہؤا) دائرہ اطاعت میں نہ رہی تھی۔ اس لئے ایک ایسی مبین و مہیمن کتاب کی ضرورت تھی جس میں تمام عالم کی اصلاح کی طاقت اور تمام کتب سابقہ کے علوم کو اپنے اندر جمع کر لینے کی قابلیت ہو۔ اور بلحاظ اپنی مجموعی عنان کے ذریعہ اوراقِ پریشان سے دنیا بھر کو مستغنی کر دیتی۔

جس طرح سخت گرمی اور جلس کے بعد بارانِ رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ یا رات کی سخت تاریکی کے بعد خورشید عالم افروز طلوع فرماتا ہے۔ اسی طرح چار دانگ عالم میں پھیلی ہوئی ظلمتِ مظلمہ ہی نے قرآن مجید کے نور مبین کی ضرورت کو افراد عالم کے دل و دماغ میں ثابت و محسوس کرا دیا تھا۔

لہٰذا اسی رحمتِ ربانیہ نے جو انسان کو عدم سے وجود میں لانے اور نطفہ سے انسانِ کامل بنانے میں کار فرما ہے ہماری روحانی ضرورت کے لئے اس نورِ رشد و ہدایت کو نازل فرمایا۔

بدبختی سے پاکستان میں ایسا فرقہ بھی پیدا ہو گیا ہے جو اب کریم کو الرحم الراحمین تو مانتا ہے۔ مگر کلام خدا کے دُنیا میں نازل ہونے کی ضرورت سے منکر ہے۔

یہ لوگ سو دا تسلیم کرتے ہیں کہ اس نورِ السّمٰوات الارض نے اگر آنکھ کو بینائی دی ہے تو دیکھنے کے لئے لامتناہی رنگتیں بھی بنائی ہیں۔ اگر کان کو قوتِ سمع ملی ہے تو سُننے کے لئے، انواع و اقسام کی آوازیں بھی پیدا کی ہیں۔ پاؤں چل سکتا ہے تو اس کی جولانی کے لئے فرش زمین کی ہموار و ناہموار راہیں بھی نکال دی ہیں۔ منہ کھا سکتا ہے تو ذائقہ کے واسطے۔ میٹھے سلونے کھٹے۔ پھیکے کھانے بھی مہیّا کئے ہیں۔ یعنی جس قدر حواس ظاہری اور قوائے باطنی جسم انسان میں پائے جاتے ہیں۔ اُن کے متعلق ایک ایک جداگانہ عالم بھی پیدا کیا گیا ہے۔

باوجود ان حقائق کے ان کو سخت انکار ہے کہ رُوح انسانی کے لئے (جو فطرتِ انسانی کی خزینہ دار اور اس کی مملکت کی حکمران ہے) کوئی جداگانہ عالم موجود ہو۔ اگر یہ لوگ روح کا انکار کر دیتے تو ان کی حالت پر اتنا افسوس نہ ہوتا۔ لیکن روح کا اقرار اور رحمتِ الہیّہ کی جانب سے اس کے لئے عالم خاص کا انکار قطعاً اسرار فطرت سے عدم آگاہی پر مبنی ہے۔

بہر کیف یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ ضرورت قرآن حمید کے ثبوت میں ہم دُنیا کے سامنے دنیا کی تاریخ رکھ دیتے ہیں۔ نیز اُن تمام ترقیات کو جو مذاہب عالم نے نزول قرآن مجید اور اشاعت کتاب حمید کے بعد اپنے اپنے عقائد اور اُصول میں کی ہیں۔ اور اُن تمام اصلاحات کو بھی اپنی دلیل میں پیش کرتے ہیں جو غیر مسلم اقوام نے اس ۱۳۷۵ھ سال کی مدت رسالت محمدیہ میں تعلیم قرآن میں استفادہ کرتے ہوئے اپنے اپنے مذہب و مسلک میں داخل کر لی ہیں۔

ان ترقیات و اصلاحات کو از منہ ارتقاء کی تاریخ معلوم کرنے کے بعد امید قوی ہے کہ ہر ایک سلیم العقل منصف مزاج کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ فی الواقع معمورۂ عالم کو قرآن مجید کے نزول کی اشد ضرورت و احتیاج تھی

۱۔ قرآن مجید ہی صرف عالم کے مقصود بالذات تک پہنچانے والا ہے

اگر آپ تورات زبور وانجیل۔ نیز دیگر انبیاء کی کُتب کو جو مجموعہ بائیبل میں داخل ہیں پڑھیں۔ وید دیکھیں۔ اس کی تاریخ، ترتیب و تالیف معلوم کریں۔ کنفیوشس۔ مقتدائے چین اور بودھا۔ بانی بدھ مت کے اُصول و تعلیم کو مختلف کتابوں سے اخذ کریں۔ زرتشت و جاماسپ کے احکام کو دیکھیں۔ یہ سب اپنے اپنے رنگ میں یک (فن) ہیں۔

آسانی کے لئے صرف بائیبل پر نظر ڈالئے۔ اور دیکھئے۔ توراۃ میں اخبار و احکام ہیں۔ زبور مجموعہ مناجات ہے۔ انجیل میں امثال و مواعظ ہیں۔

اب قرآنِ مبین کو پڑھئے کہ مواعظ و احکام اخبار و امثال انذار و بشارات کا مجموعہ ہے۔ اس میں صفاتِ الٰہیہ کا بیان۔ ذاتِ ربانی کا ثبوت۔ حصول تقرب کا طریق۔ توحید۔ توکل و تفویض کا ذکر۔ ایام اللہ کی تفصیل حیات و ممات انسانی اور عدم و وجود عالم کا بیان۔ فطرتِ انسانی کی ساخت و شناخت۔ افعال رحمانی کے اسرار۔ قدرتِ ربانی کے نمونے۔ سطوتِ قہاری کے نتیجے۔ نصرتِ الٰہیہ کے کارنامے۔ ایسے سادہ و شیریں اسلوب میں بیان ہوئے کہ۔

نفس فرومایہ کو رذائل بشریہ سے پاک و صاف اور حیاتِ مادی کے تاثرات سے مبرا رکھنے۔ مالک و خالق کے سامنے خاضع و خاشع بنانے۔ نورِ یقین کے حصول اور تجرید علائق دنیوی اور تشبّہ صفاتِ ملکی کے لئے اس سے بہتر و بالاتر کچھ متصور نہیں ہو سکتا۔

اب علوم باطلہ اور علوم حقّہ کی عبارتوں اور اُن کے لفظوں اور جملوں اور حرفوں ہی کو اگر پڑھ کر دیکھا جائے، ان کے اثرات کے باہمی فرق پر ادنےٰ سی نظر بھی ڈال لی جائے۔ مثلاً سحر اور وید کے منتروں اور اعمالِ سفلیہ کی عبارتوں کو قرآن حکیم کے شیریں اور ہلکے پھلکے جملوں سے ملا کر بنظر انصاف دیکھا جائے تو خود بخود دل میں یہ حقیقت راسخ ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید عالم کے مقصود بالذات تک پہنچانے والا ہے۔ اور اس کی برکت سے خود بخود تمام روحانی قوتیں انسان کی طرف متوجہ ہونے والی ہیں۔ اس کے حروف اور جملے اور اس کی ہیئت ترکیبی دل میں نور پیدا کرنے والی ہے۔ اور یہ ترمیم و منسخ شدہ علوم انسان کو محض اس عالم کی بوقلمونیوں میں مبتلا رکھنے والے اور لگائے بھینس اور حرص و ہوا ہی کے چکروں میں پھنسا دینے والے ہیں۔ اس سے یہ مطلب ہمارا نہیں ہے کہ وید آسمانی علوم سے خالی ہے۔ ممکن ہے کہ کسی قوم ہاد کے دستور کے مطابق کسی نبی یا ولی پر یہ کتابیں کسی وقت الہام کی گئی ہوں۔ لیکن ہم ان کی موجودہ حالت اور تغیّر و تبدّل کے پیش نظر ان پر بحث کر رہے ہیں۔ بخلاف خدا کی آخری کتاب اور کلام کے کہ اس کے جس صفحہ پر بھی نظر ڈالیں جس سطر کو

(باقی بر صـ ۲۳)

از جناب الف۔ ڈی گوہر ڈپٹی چیف اکاؤنٹس آفیسر
نارتھ ویسٹرن ریلوے۔ لاہور

رحمت تری آتش میں چمن زار کھلا دے ۔۔۔ فرعون کو دریا میں غضب تیرا بہا دے
الطاف ترا ذرے کو خورشید بنا دے ۔۔۔ خورشید کو ذرّے سے ترا قہر گھٹا دے
موقوف ترے لطف پہ شیرازۂ ہستی
خاموش ترے خوف سے آوازۂ ہستی!

یہ سربفلک کوہ یہ دریا یہ سمندر ۔۔۔ یہ دشت و بیابان۔ یہ صحرا کے مناظر
یہ ماہِ پر انوار۔ یہ خورشید منوّر ۔۔۔ سیمائے فلک پر یہ چمکتے ہوئے اختر
فانی ہیں کہ ہر چیز کی فطرت میں فنا ہے
باقی تو ابد تک! کہ فقط تجھ کو بقا ہے

عظمت ہے ترے نام کی ہر چیز پہ بھاری ۔۔۔ دُنیا تری تسبیح میں مصروف ہے ساری
اک لرزہ ہے۔ ہر کوہِ گراں بار پہ طاری ۔۔۔ گھستا ہے جبیں خاک پہ ہر چشمۂ جاری
تعظیم سے ہر وقت فلک سر بہ زمیں ہے
توصیف کی محتاج تری ذات نہیں ہے

میں خاک کا پُتلا ہوں مرا نام و نشاں ہیچ ۔۔۔ بیکار مری عقل مرا وہم و گماں ہیچ!
گستاخ زباں ہیچ مری تابِ بیاں ہیچ ۔۔۔ ہیں ہیچ مرا سلسلۂ سود و زیاں ہیچ!
میں ظالم و جاہل ہوں فرومایہ طبیعت
اک قطرۂ ناپاک مری اصل حقیقت

ہر چیز ترے دائرہ علم کے اندر ۔۔۔ ہر جلوہ ترے نورِ مُقدّس سے مُنوّر
ہر حُسن ترے حُسنِ جہانتاب کا مظہر ۔۔۔ میں بندۂ عاجز تو مرا خالق اکبر
ہستی کا مجھے جامہ عطا تو نے کیا ہے
کس شان کی نسبت ہے کہ تو میرا خدا ہے

رحمت نہ اگر تیری ہو آمادۂ الطاف ۔۔۔ انسان کا انسان پہ موقوف ہو انصاف
یہ آدمی زادہ یہ فرومایۂ پر از لاف ۔۔۔ اِک حشر بپا کر دے ابھی قاف سے تا قاف
طاقت ہو تو معمورۂ ہستی کو مٹا دے
بے برگ و نوا لوگوں کی بستی کو مٹا دے

جیتا ہے ترے رحم کی اُمیّد پہ سائل ۔۔۔ بے کس کا سہارا ہے تری رحمتِ کامل
مفلس کو ترے نام سے تسکین ہی حاصل ۔۔۔ ہے شانِ کریمی تری ہر حال میں شامل
جو مانگنے آتا ہے وہ خالی نہیں جاتا
مایوس ترے در سے سوالی نہیں جاتا!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ ۲۳ شعبان ۱۳۷۵ھ - ۶ اپریل ۱۹۵۶ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض خصوصیات کا ذکر

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

برادران اسلام! خصوصیات جمع کا لفظ ہے۔ اس کا واحد خصوصیت ہے۔ خصوصیت وہ چیز ہوتی ہے جو اس کے سوا اور کہیں نہ پائی جائے۔ مثلاً مشک کا خاصہ مہکنی ہے۔ یہ مہکنی مشک اور عنبر میں بھی نہیں پائی جاتی۔ یا مثلاً آنکھ کا خاصہ دکھانا ہے۔ یہ چیز سوائے آنکھ کے وجود کے اور کسی حصہ میں نہیں پائی جاتی اسی قاعدہ کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار خصوصیات ہیں سے چند خصوصیات مشتے نمونہ از خروارے آج کے خطبے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

آپ خاتم النبیین ہیں

ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے یہ لقب فقط ہمارے رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو عطا ہوا ہے۔ اس اعلان کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر دنیا میں نہیں آئے گا۔

قرآن مجید کی شہادت

وَمَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ سورۃ الاحزاب رکوع ۵ پ ۲۲

ترجمہ:۔ محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کا رسول ہے۔ اور سب نبیوں پر مہر ہے۔ اور اللہ سب چیزوں کو جاننے والا ہے۔

حویلی یا مکان میں کوئی چیز مہر کے بعد اندر داخل نہیں ہوسکتی۔ آپ کو یاد ہوگا۔ تقسیم ملک کے وقت جن مکانوں پر حکومت پاکستان کی مہر لگ جاتی تھی۔ پھر اس کے اندر کوئی شخص داخل نہیں ہوسکتا تھا۔ اور جو شخص مہر توڑ کر اندر جاتا ہے۔ وہ مجرم ہو جاتا تھا علیٰ ہذا القیاس قصر نبوت پر حضور انورؐ کا وجود بمنزلہ مہر کے ہے۔

حدیث شریف کی شہادت (نمبر ۱)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِيْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ قَصْرٍ اُحْسِنَ بُنْيَانُهٗ تُرِكَ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَطَافَ بِهِ النُّظَّارُ يَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ حُسْنِ بُنْيَانِهٖ اِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَكُنْتُ اَنَا سَدَدْتُّ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِيَ الْبُنْيَانُ وَخُتِمَ بِيَ الرُّسُلُ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال اور دوسرے سب انبیاء کی مثال ایک محل کی سی ہے۔ جسے خوب بنایا گیا تھا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی تھی۔ دیکھنے والے آتے تھے۔ مکان کی عمدگی اور اس خالی جگہ کے متعلق تعجب ظاہر کرتے تھے۔ اب میں ہوں جس نے اس خالی جگہ کو بھر دیا ہے میرے ذریعہ ہی سے عمارت ختم ہوئی اور میری وجہ ہی سے رسول ختم کئے گئے اور وہ اینٹ میں ہوں۔ اور میں سب انبیاءؑ کا ختم کرنے والا ہوں۔

معمولی عقل والا

ہر معمولی عقل والا انسان بھی اس حدیث شریف سے یہی سمجھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

حدیث شریف نمبر ۲

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ لِيْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِي الَّذِيْ يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِيْ وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے۔ میرے کئی نام ہیں میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں۔ میں ماحی ہوں اللہ نے میرے ذریعہ سے کفر کو محو کر دیا۔ میں حاشر ہوں۔ کہ لوگ قیامت کو میرے بعد اٹھائے جائیں گے۔ میں عاقب ہوں۔ عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی اور نہ ہو۔

نمبر ۳

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَّخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے سب انبیاءؑ پر چھ باتوں میں فضیلت ہے (۱) مجھے کلمات جامعہ عطا فرمائے گئے (۲) مجھے رعب سے مدد دی گئی (۳) مال غنیمت ہم پر حلال کیا گیا (۴) روئے زمین کو ہمارے لئے مسجد اور سبب طہارۃ بنایا گیا (۵) مجھے تمام مخلوقات کے لئے رسول بنایا گیا۔ (۶) میری ذات پر انبیاء کا خاتمہ ہوگیا۔

نتیجہ

بالکل صاف اور ظاہر ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

حضور انورؐ کی ۶ خصوصیتیں

(۱) مذکورۃ الصدر حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۶ خصوصیات ذکر کی گئی ہیں۔

پہلی خصوصیت

آپ کو جوامع الکلم دی گئی ہیں۔ جوامع الکلم آپ کے وہ ارشادات ہیں جن کے الفاظ تو مختصر ہیں مگر مطالب کے لحاظ سے وہ دریا در کوزہ بند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اگر ان مختصر الفاظ پر عمل کیا جائے تو ایک ہی ارشاد پر عمل کرنے سے انسان کی دنیا اور آخرۃ دونوں سنور جاتی ہیں۔

مثال ۱

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ دُنْيَاهُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّ بِدُنْيَاهُ فَاٰثِرُوْا مَا يَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى (رواہ احمد و البیہقی)

ترجمہ:۔ ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنی دنیا کو محبوب بنایا اپنی آخرت کو نقصان پہنچائے گا۔ اور جس نے اپنی آخرت کو محبوب بنایا اپنی

دنیا کو نقصان پہنچائے گا۔ پھر تم اس کو ترجیح دو جو باقی رہے گی (یعنی آخرت) اس پر جو فنا ہو جائے گی۔

مثال ۱۲

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہٗ اِنَّکَ لَسْتَ بِخَیْرٍ مِّنْ اَحْمَرَ وَلَا اَسْوَدَ اِلَّا اَنْ تَفْضُلَہٗ بِتَقْوٰی (رواہ احمد)

ترجمہ:- ابی ذرؓ سے روایت ہے بتحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا۔ بے شک تو کسی سرخ اور سیاہ سے بہتر نہیں ہے۔ مگر یہ کہ تو اس سے پرہیزگاری میں بڑھ جائے۔

دوسری خصوصیت

دشمنوں کے دلوں میں آپ کا ڈر ڈال دیا گیا ہے بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ ایک مہینہ کی مسافت پر بھی رہنے والے دشمن آپ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

تیسری خصوصیت

آپ کے لئے غنیمتوں کے مال حلال کر دیئے گئے ہیں۔ بنی اسرائیل میں یہ دستور تھا کہ جب دشمن پر فتح پاتے تو جو مال غنیمت ہوتا۔ وہ اکٹھا کر کے رکھ دیا جاتا۔ آسمان سے آگ آتی اور وہ اسے جلا دیتی۔

چوتھی خصوصیت

آپ کی شریعت میں مسلمان ساری زمین پر جہاں چاہے نماز ادا کر سکتا ہے۔ اور پانی نہ ہو۔ تو پاک زمین پر تیمم کر سکتا ہے

پانچویں خصوصیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہر پیغمبر فقط اپنی قوم کے لئے ہادی ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات ایک ہی وقت میں متعدد انبیاء دنیا میں موجود ہوتے تھے۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام ایک ہی وقت میں موجود ہیں یا مثلاً حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک ہی وقت میں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی آپ کے زمانہ میں ہوتے۔ تو انھیں بھی آپ کی تابعداری کے سوا چارہ نہ تھا۔

چھٹی خصوصیت

آپ کی تشریف آوری پر انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

ساتویں خصوصیت

آپ رحمۃ للعالمین ہیں

رب العالمین نے سید المرسلین خاتم النبیین کو رحمۃ للعالمین فرما کر یہ ظاہر کر دیا ہے کہ جس طرح رب العالمین کی ربوبیت سے کوئی چیز بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و تفہیمات سب کے لئے اور سب کے فائدے کے لئے ہیں۔ اور کوئی شخص بھی بلاواسطہ یا بالواسطہ آپ کے فیض سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ دنیا کی قومیں غور کریں کہ حضورؐ کی نبوت کے بعد کیونکر انہوں نے حضورؐ کی تعلیمات کا اقتباس بالواسطہ یا بلاواسطہ طریق سے کیا ہے۔ بقول شاعر؎

آنچہ دانا کند کند ناداں
لیک بعد از ہزار رسوائی

مثلاً

اسلام نے تو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے شراب کو حرام قرار دیا تھا۔ اور انگلینڈ اور امریکہ میں ۱۹۱۴ء کی جنگ میں شراب کا استعمال ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ جبکہ ۱۹۱۴ء کی جنگ سے پہلے ایک جرمن عالم برن ہارڈی نے اپنی کتاب میں لکھا تھا کہ آئندہ جنگ میں وہی قوم جیتے گی جس کے نوجوانوں کی ہڈیاں شراب نے کھوکھلی نہ کر دی ہوں گی۔

(۲) اسلام نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے نکاح بیوگان کو جائز قرار دیا تھا۔ مگر ہندو قوم نے لاکھوں بیوہ عورتوں کو اپنے ہاتھوں سے آگ میں جلانے کے بعد انگریز کے ہندوستان کے آخری دور میں نکاح بیوگان کا قانون بنایا تھا۔

یہ کیوں؟

قرآن مجید کے قوانین میں آج تک تبدیلی کی کبھی ضرورت پیش نہیں آئی۔ مگر دوسری بڑی بڑی قومیں صدیوں ٹھوکریں کھا کر بالآخر قرآن مجید کے قانون کو تسلیم کرنے کے لئے مجبور ہو جاتی ہیں۔ یہ کیوں

صحیح جواب

اس سوال کا صحیح جواب یہ ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ انسان کی تمام ضروریات کا علم اور ان کا ایسا حل جو کبھی بھی انسان کے لئے تکلیف دہ نہ ہو۔ وہ فقط اللہ تعالیٰ ہی تجویز فرما سکتا ہے۔ اور آج سطح دنیا پر قرآن مجید کے سوا اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کوئی کتاب بھی باقی نہیں رہی۔ اس لئے اگرچہ ضد اور ہٹ دھرمی سے پہلے غیر مسلم قومیں قرآن مجید کے تجویز کردہ حل کو نہیں مانتیں۔ لیکن بالآخر صدیوں کی ٹھوکروں کے بعد پھر قرآن مجید ہی کے تجویز کردہ حل کو انہیں ماننا پڑتا ہے۔

دربار رحمۃ للعالمین میں مساواۃ

رحمۃ للعالمین وہ ہے جس کی نگاہ میں رومی۔ یونانی مصری سوڈانی سب مساوی ہیں۔ جس کے دربار میں عجم سوڈانی۔ بلال حبشی۔ فیروز خراسانی۔ سلمان فارسی صہیب رومی۔ ثمامہ نجدی اور عدی طائی پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے ہیں۔ جہاں جندل کا بادشاہ اکیلا نہیں بلکہ عمان کا حکمران جیفر ابن آل جمیر کا مدعی الوہیت ذوالکلاع اور ملک یمن کا بڑا کاہن ضماد غلامان بارگاہ سے بہت پیچھے صف نعال میں خرم و شادماں موجود ہے۔

دربار رحمۃ للعالمین میں صنف نازک کی حمایت

رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے بتایا کہ کہیں تو عورت کو اناج۔ غلہ۔ روپیہ پیسہ کی طرح دان (خیرات) میں دیا جاتا ہے (ہندو مت) اور کہیں عورت کو بے روح بتایا جاتا ہے۔ یا کبھی عورت کو مجسم شیطان تعبیر کیا جاتا ہے (سترھویں صدی سے پہلے کی عیسائیت) کہیں اسے صرف اغراض شہوانی کا آلہ کار قرار دیا جاتا ہے (یہودیت) اور کہیں بے جان زمین کی طرح اسے ہر دو ل کا اکر ب ہونا تجویز کیا ہے (ایران کے مزدکیہ و مانویہ) اور ان جملہ حالات میں اس کی شخصیت۔ ذہنیت اور حقوق کا ذرہ بھی پاس نہ لحاظ نہیں رکھا گیا۔ ان جملہ مصائب کو دور کرنے کے لئے یہ حکم سنایا ہے۔

وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ الآیۃ

ترجمہ:- جیسے حقوق مردوں کے عورتوں پر ہیں ویسے ہی عورتوں کے حقوق بھی مردوں پر ہیں۔

صنف نازک کی مزید حمایت

رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے عرب کے اس رواج کو توڑا۔ کہ میت کا ورثہ خاندان کے صرف ان لوگوں کو ملے گا جو تلوار و نیزہ اٹھا سکتے ہوں۔ عورت اور معصوم بچے بیٹی۔ بہن کا کوئی حق نہیں۔ بلکہ وہ ایک عورت کو باپ کی جائداد سے بوجہ بیٹی ہونے کے بھائی کی جائداد سے بوجہ بہن ہونے کے شوہر کی جائداد سے بوجہ زوجہ ہونے کے اور اولاد کی جائداد سے بوجہ والدہ ہونے کے متعدد حصے دلاتا ہے۔ اور حضور کے تعلیم کردہ قانون توریث کو اصولاً بہت ہی غیر مسلم قوموں نے بھی لے لیا ہے۔

دربار رحمۃ للعالمین میں غلاموں کی حمایت

رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے غلامی کے نقائص دور کرنے کی تدابیر کیں۔ غلاموں کو برابر کا کھلانا۔ برابر کا پہنانا۔ ان کی استطاعت سے بڑھ کر کام نہ لینا فرض ٹھیرایا۔ اور اس طرح پر غلاموں کو خاندان کا ایک جزو یا ممبر بنا دیا۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے مکاتب غلام کو چندہ دینے کا حکم سب کو دیا۔ حتیٰ کہ وہ آقا بھی چندہ دے جس کی غلامی سے اس نے آزاد ہونا ہے۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے اسلامی سلطنت کی آمدنی صدقات میں سے ایک حصہ خزانہ میں غلامی کے مٹانے کے لئے مقرر فرمایا۔ وَفِی الرِّقَابِ (سورۃ التوبۃ)

رحمۃ للعالمین وہ ہے۔ جس نے آقاؤں کو عتاق من النار کا ذریعہ آزادی غلام نبایا۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے آزاد کو آقا کے برابر حقوق عطا فرما کر آقا کو غلام کا مولیٰ اور غلام کو آقا کا مولیٰ ٹھہرایا۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے آزادیٔ غلام کے بعد بھی آقا و غلام میں ایک ایسی نسبت ایک ایسا علاقہ پیدا کر دیا۔ جو صرف خون کے رشتہ میں ہوتا ہے۔ یعنی آقا کے لاوارث ہونے پر غلام کو اور غلام کے لاوارث ہونے پر آقا کو اس کا وارث ٹھہرایا۔

رحمۃ للعالمین کے دربار میں انسانیت کا مفہوم

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو انسانیت کے درجۂ رفیع کو نہ تو زر و دولت کے لباس میں دیکھتا ہے اور نہ فقر و تہیدستی کے وقت اس کی نفی فرماتا ہے۔ بلکہ انسانیت کا مدار اور ابن آدم کہلانے کا استحقاق وہ صرف ایمان اور علم پر مبنی کرتا ہے۔

حضور انورؐ حیوانات کیلئے بھی رحمت ہیں

طبرانی اور ابو نعیم نے بروایت یعلی بن مرہ بیان کیا ہے۔ کہ ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو ایک اونٹ بلبلاتے ہوئے دیکھا اونٹ نے آپ کو سجدہ کیا۔ صحابہ نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ ہم کو سجدہ کرنے کا اونٹ کی بہ نسبت زیادہ حق حاصل ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم کرتا۔ تو عورتوں کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ تم لوگ جانتے ہو کہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے؟ یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے مالکوں کی چالیس سال تک خدمت کی۔ اب جبکہ میں بوڑھا ہو گیا تو انہوں نے میری خوراک کم کر دی۔ اور کام زیادہ لینا شروع کر دیا۔ اب ان کے ہاں ایک تقریب ہے تو انہوں نے چھری لے کر میرے ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ حضورؐ نے اونٹ کے مالکوں سے سرگذشت کہلا بھیجی۔ انہوں نے کہا۔ کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم اس نے بالکل سچ کہا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم اس کو میرے لئے چھوڑ دو۔

مسلمانوں پر فرض

جب ہم مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہونے کے دعویدار ہیں۔ تو ہم پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم میں مساواۃ کی روح۔ انسانیت کا صحیح مفہوم۔ بیکسوں کی حمایت۔ حتیٰ کہ حیوانات کے ساتھ بھی رحمدلی کا سلوک ہو۔ تاکہ آپ کی سچی امت کے زمرہ میں شامل ہو کر قیامت کے دن حضور انورؐ کے سامنے سرخرو ہو جائیں اللّٰہم وفقنا لما تحب وترضیٰ۔ وجعل آخرتنا خیرا من الاولیٰ

دعائے خیر:۔ میں نے آج کے مضمون میں قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری کی رحمۃ للعالمین سے اقتباسات لیے ہیں۔ ان کے حق میں دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے اور ان کی تصانیف کو آئندہ نسلوں کیلئے مشعل راہ بنائے آمین الٰہ العالمین

وظائف و لطائف

قرآن کے یاد کرنے کی دعا

از جناب خاموش مبلغ صاحب ملتان

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي بِتَرْكِ الْمَعَاصِي اَبَدًا مَّا اَبْقَيْتَنِي وَارْحَمْنِي اَنْ اَتَكَلَّفَ مَا لَا يَعْنِيْنِي وَارْزُقْنِي حُسْنَ النَّظَرِ فِيْمَا يُرْضِيْكَ عَنِّي اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِي لَا تُرَامُ اَسْاَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِكَ وَنُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِي حِفْظَ كِتَابِكَ كَمَا عَلَّمْتَنِي وَارْزُقْنِي اَنْ اَتْلُوَهُ عَلَى النَّحْوِ الَّذِي يُرْضِيْكَ عَنِّي۔ اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِي لَا تُرَامُ اَسْاَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِكَ وَنُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُنَوِّرَ بِكِتَابِكَ بَصَرِي وَاَنْ تُطْلِقَ بِهٖ لِسَانِي وَاَنْ تُفَرِّجَ بِهٖ عَنْ قَلْبِي وَاَنْ تَغْسِلَ بِهٖ بَدَنِي فَاِنَّهٗ لَا يُعِيْنُنِي عَلَى الْحَقِّ غَيْرُكَ وَلَا يُؤْتِيْهِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۝

ترجمہ:—

”اے اللہ تو مجھ پر رحم کر گناہوں کے چھوڑنے پر ہمیشہ جب تک کہ تو مجھ کو باقی رکھے اور مجھ پر رحم کر کہ میں غیر ضروری چیز کے لئے تکلیف کروں اور مجھے اس چیز کی خوبی دیکھنی نصیب فرما کہ وہ تیری رضا کا سبب ہو۔ اے اللہ زمین و آسمانوں کے پیدا کرنے والے صاحب عزت و بزرگی کے اور اس غلبے کے صاحب کہ جس کا کوئی قصد نہ کر سکے اے اللہ! اے رحمٰن میں تجھ سے تیری عزت اور تیرے نور جمال کے صدقے سوال کرتا ہوں۔ کہ میرے دل میں اپنی کتاب کی یاد جما دے۔ جیسے کہ تو نے مجھے سکھلائی اور اس کا پڑھنا میرے نصیب فرما اس طور پر کہ تجھ کو راضی کرے۔ اے اللہ آسمانوں و زمین کے پیدا کرنے والے صاحب عزت اور بخشش کے اور اس غلبہ والے کہ جس کا کوئی قصد نہ کر سکے۔ اے اللہ! اے رحمٰن میں تجھ سے تیرے جلال اور جمال کی برکت سے سوال کرتا ہوں کہ میری آنکھ کو اپنی کتاب سے نور عطا کر اور میری زبان اس سے جاری فرما اور میرا دل اس پر کشادہ فرما اور اس سے میرا سینہ کھولدے۔ اور اس سے میرے بدن کو دھو دیجئے۔ بے شک کوئی بھی تیرے سوا میری مدد نہیں کر سکتا حق پر اور تیرے سوا کوئی نہیں عطا کر سکتا گناہوں سے باز رہنے اور عبادت کی توفیق اللہ کی مدد کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ جو بہت بلند اور عظمت والا ہے۔“

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے اور حضرت علی ابن ابی طالب تشریف لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ قرآن میرے سینہ سے نکلا جاتا ہے اور مجھے اس کو یاد کرنے کی قدرت حاصل نہیں ہے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے حسنؓ کے باپ کیا میں نہ سکھلاؤں تجھ کو کلمے کہ اللہ تعالےٰ ان سے فائدہ دیویں جس کو آپ سکھلائیں اور خوب یاد رہے جو تم نے یاد کیا ہے کہا ہاں یا رسول اللہ مجھے سکھلا دیجئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جمعہ کی رات ہو تو پچھلی تہائی رات میں اگر ہو سکے تو اُٹھے بے شک وہ فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے اور اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ اور بے شک میرے بھائی حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو کہا تھا

سوف استغفر لکم ربی

یعنی ٹھیرو میں تمہارے واسطے اپنے پروردگار سے بخشش مانگوں گا۔ یہاں تک کہ جمعہ کی رات آوے۔ پس اگر تجھ سے نہ ہو سکے تو اُٹھے آدھی رات کو اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اوّل رات میں اٹھے اور چار رکعت نفل پڑھے پہلی رکعت میں الحمد شریف اور سورۂ یٰسین اور دوسری رکعت میں الحمد شریف اور سورۃ حم الدخان تیسری رکعت میں الحمد اور الم تنزیل السجدہ اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف اور سورۃ الملک تبارک الذی بیدہ الملک جو مفصل میں ہے اور پھر جب تشہد سے فارغ ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر اور اس کی بہت تعریف کیجئے۔ اور مجھ پر درود پڑھئے اور اچھی طرح پڑھئے اور سب پیغمبروں پر بھی پڑھیے اور سب مسلمان مرد وں اور عورتوں اور اپنے بھائیوں کے لئے بخشش مانگئے۔ جو تجھ سے آگے گئے ایمان کے ساتھ اور اس کے اخیر میں دعا مندرجہ بالا۔

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي بِتَرْكِ الْمَعَاصِي اَبَدًا مَّا اَبْقَيْتَنِي آخر تک پڑھئے

(باقی برصفحہ ۱۸)

مجلسِ ذکر

مرتبہ چوہدری عبدالرحمٰن خاں صاحب

آج مورخہ ۲۲ شعبان المکرم ۱۳۷۵ھ مطابق ۵ اپریل ۱۹۵۶ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰنا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد جو تقریر فرمائی وہ ذیل میں ہدیۂ قارئین کی جاتی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی - اَمَّا بَعْد

میری آج کی تقریر کا عنوان ہے:-

آفتابِ رسالت سے روحانی فیض حاصل کرنیکی شرائط

اللہ تعالےٰ نے اس جہان میں روزِ ازل سے ہی دو نظام چلائے ہوئے ہیں۔

(۱) روحانی نظام (۲) جسمانی نظام

جس طرح ریل گاڑی کی دونوں لائنیں کراچی سے لنڈی کوتل تک متوازی چلتی ہیں - اور ایک دوسرے سے ملتی نہیں - اسی طرح یہ دونوں نظام متوازی چلتے ہیں - اور ملتے نہیں -

روحانی نظام انبیاء علیہم السّلام کے ذریعہ سے قائم رہا ہے - اب بھی ہے اور قیامت تک رہے گا - جسمانی نظام کو چلانے کے لئے سعادت شرط نہیں ہے دیانت امانت - شرافت - سعادت - حیاء - شفقت علی الخلق - خوفِ خدا - یہ سب انسانیت کی صفاتِ حمیدہ ہیں - اور انبیاءؑ علیہم السّلام ان میں کامل مکمل ہوتے ہیں -

انبیاء علیہم السّلام کی وساطت سے اللہ تعالےٰ ان کے حواریین پیدا فرماتے ہیں - جو انؑ کے بعد نظام روحانی کو چلاتے ہیں - ان کے بعد اللہ تعالےٰ جن کو توفیق عطا فرماتے ہیں - ان کے ذریعہ سے یہ نظام چلتا رہتا ہے - خوش نصیب ہیں اللہ تعالےٰ کے وہ بندے جو اس نظام روحانی کی کڑی بنتے ہیں -

جسمانی نظام کو چلانے کے لئے دیانت - امانت شرافت - سعادت - حیاء - شفقت علی الخلق - خوفِ خدا وغیرہ صفات حتیٰ کہ ایمان بھی شرط نہیں ہے - یورپ کا اصل استاد تو اسلام ہے - ہسپانیہ میں تقریباً پانچ سو سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی ہے - ان کے ذریعہ یورپ نے تمام علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی تھی ہندوستان کو بھی کسی زمانہ میں عروج حاصل تھا - اور یورپ یہاں کی تیار کردہ اشیاء کا دلدادہ تھا - ڈھاکہ کی ململ اور چھینٹ ساری دنیا میں مشہور تھیں - انگلستان کی عورتیں جرمانے ادا کرتی تھیں - مگر ان کا استعمال نہ چھوڑتی تھیں - انگریز نے ہمارے قوی کو مسل دیا تھا - ورنہ ہمارے دماغ یورپ کے دماغوں سے کم نہ تھے - یہاں کی آب و ہوا معتدل ہے اور معتدل آب و ہوا میں دماغ حدِ اعتدال پر رہتے ہیں - انگلستان کی آب و ہوا سرد ہے - اس لئے دماغ حدِ اعتدال پر نہیں رہ سکتے - مثلاً یونانی طب کو لیجئے - انگریز کے وقت میں دفتر سے فارغ ہو کر کلرک طب کی تعلیم حاصل کرتے تھے - یہ حکیم حاذق اور عمدۃ الحکماء اور زبدۃ الحکماء کی ڈگریاں حاصل کرتے تھے - نہ کسی ماہر طبیب کے ہاں تربیت پاتی اور نہ عملی تجربہ حاصل کیا - ایسے اطباء سے یونانی طب کو کیا فروغ ہو سکتا تھا - اس کے مقابلہ میں ڈاکٹروں کو ہر طرح کی سہولت دی جاتی تھی - اور انہیں عملی طور پر مشق کرنے کے لئے ہسپتال میں بھیجا جاتا تھا - یونانی طب رحمت ہے اس میں جڑی بوٹیوں سے علاج کیا جاتا ہے - لیکن انگریز نے اس کو مسل کر رکھ دیا ہے - ڈاکٹری نسخہ بیس - پچیس روپیہ سے کم نہیں ہوتا - دیسی دوائی ٹکوں کی ہوتی ہے - کراچی کے ایک سیٹھ کا لڑکا بیمار ہو گیا - ڈاکٹر علاج پر ہزاروں روپے خرچ ہو گئے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا - دیسی حکیم کو دکھلایا تو اس نے کہا کہ میں نے تمہارا مرض پا لیا ہے اور جو نسخہ تجویز کیا اس پر کچھ بھی خرچ نہ ہوا - اور مریض شفایاب ہو گیا - رات کو شیشم کے درخت سے پتوں کو بھگو کر صبح پینے کے لئے بتلایا - آج کل برطانیہ - فرانس - جرمنی - روس اور امریکہ کی ایجادات آ رہی ہیں چونکہ ان کا عروج ہے - اس لئے ان کی ایجادات کی قدر ہے تقسیم سے پہلے ایک مسلمان نے ایجاد کی تھی کہ گاڑیاں آمنے سامنے سے آئیں اور ایک دوسرے سے ٹکرانے نہ پائیں مگر انگریز نے اس ایجاد کو چلنے نہ دیا

جس طرح روحانی ضروریات کے لئے القاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اسی طرح جسمانی ضروریات کے لئے بھی اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے القاء ہوتا ہے مگر اس میں سعادت شرط نہیں ہے کسی زمانہ میں لوگ پیدل سفر کرتے تھے پھر بہلیاں اس کے بعد یکے آئے پھر ریل اور موٹریں آئیں اور اب ہوائی جہاز ہیں - پہلے جدہ سے مدینہ منورہ گیارہ بارہ دن میں پیدل یا اونٹوں پر پہنچتے تھے - اب ایک گھنٹہ ۲۰ منٹ میں ہوائی جہاز پہنچا دیتا ہے - پہلے لسی مکھن باسی روٹی سے ناشتہ ہوتا تھا - اب چائے ٹوس مکھن اور کیک پیسٹری سے ناشتہ کرتے ہیں - یہ ترقی ہو گئی ہے ٹھیک ہے ترقی ہو گئی لیکن یہ سب کچھ اس گوشت پوست اور ہڈیوں کے ڈھانچے کے لئے ہی ہوا - کیا انسانیت میں کوئی ترقی ہوئی ؟ انسانیت - خوفِ خدا - محبتِ الٰہی - شفقت علی الخلق دیانت - امانت - سعادت - شرافت - حیاء وغیرہ صفاتِ حمیدہ کا نام ہے - انبیاء علیہم السّلام اس انسانیت کی تربیت کرتے ہیں - وہ یہ تعلیم دیتے ہیں -

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ

(سورۃ حٰم السجدہ رکوع ۵ پ ۲۴)

(ترجمہ:- (برائی کا) دفعیہ اس بات سے کیجئے جو اچھی ہے پھر ناگہاں وہ شخص جو تیرے اور اس کے درمیان دشمنی تھی - ایسا ہو گا گویا وہ مخلص دوست ہے)

فارسی میں اس کا کسی نے یوں ترجمہ کیا ہے ع

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن الیٰ من اساء

سگی حماقت ہے - مرد کو متحمل مزاج ہونا چاہئے زبان اور دل جب پاک ہو جاتے ہیں - تو پھر گالی کے جواب میں گالی نہیں دیتا - بلکہ گالی دینے والے سے کہتا ہے کہ میری شرافت گوارا نہیں کرتی کہ میں وہ الفاظ دہراؤں - جو تم نے زبان سے ادا کئے ہیں - اگرچہ گنبد کی آواز تو یہی چاہتی ہے کہ جیسی تم نے کہی ویسی سنو

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ ط

(سورۃ النور رکوع ۴ پ ۱۸)

(ترجمہ- ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کو بھی محفوظ رکھیں)
یہ مردوں کے لئے حکم ہے۔ آگے عورتوں کے لئے بھی اسی قسم کا حکم ہے۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

(ترجمہ:- اور ایمان والیوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں۔)

مذہب تو یہ کہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ یہ سکھاتے ہیں۔ مگر ہمارے مغرب زدہ مرد اور عورتیں پردے کو ترقی کے راستہ میں ایک رکاوٹ بتلاتے ہیں گویا یہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ عقلمند ہیں۔ اس تمدن جدید میں عصمت کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ دو لائنیں آرہی ہیں!
(۱) روحانیت کی۔ اس کے علمبردار انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں۔ ان کے ذریعہ روحانیت کی تکمیل ہوتی ہے وہ دیانت۔ امانت۔ شرافت۔ خوف خدا کی تعلیم دیتے ہیں
(۲) جسمانیت کی۔ یہ دونوں لائنیں قیامت تک جائیں گی۔

اب میں اصل موضوع کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ سورہ یٰسین رکوع ۱ پارہ ۲۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ

(ترجمہ:- بے شک آپ اسی کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے اور بن دیکھے رحمٰن سے ڈرے۔ پس خوشخبری دیدو اس کو بخشش اور اجر کی جو عزت والا ہے)

اس آیت میں دو شرطیں بیان کی گئی ہیں (۱) اتباع ذکر (۲) خشیت الرحمٰن۔ آفتاب رسالت سے روحانی فیض حاصل کرنے کی یہی دو شرطیں ہیں۔ اگر اپنے اندر بینائی ہو تو آفتاب رسالت فرش سے اٹھا کر عرش پر پہنچا دے گا۔ جو طالب علم پڑھنے کے لئے آتے ہیں وہ محنت کرکے کامیاب ہو جاتے ہیں۔ جو پڑھنے کے لئے نہیں آتے وہ محنت نہیں کرتے اور بالآخر ناکام گھر واپس چلے جاتے ہیں۔
سورہ یٰسین رکوع ۵ پ ۲۳ میں بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں:-

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝

(ترجمہ:- تاکہ جو زندہ ہے اسے ڈرائے اور کافروں پر الزام ثابت ہو جائے۔)

جس طرح آفتاب سے استفادہ کے لئے اپنی آنکھوں میں بینائی ضروری ہے۔ اسی طرح آفتاب رسالت سے فیض حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اندر استعداد ہو۔ جو روحانیت کے لحاظ سے زندہ ہیں۔ وہ تو فیض یاب ہو جائیں گے۔ اور کافروں پر اتمام حجت ہو جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مثال اس شخص کی جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو نہیں یاد کرتا زندہ اور مردہ کی مثال ہے
عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ)

اس ارشاد نبوی کی روشنی میں میں کہا کرتا ہوں کہ بینا کوئی اور اندھے سارے
آپ کہتے ہیں کہ بینا سارے اور اندھا کوئی
آپ کہتے ہیں کہ عقلمند سارے اور پاگل کوئی۔
میں کہتا ہوں کہ پاگل سارے اور عقلمند کوئی آپ کہتے ہیں
کہ زندہ سارے اور مردہ کوئی میں کہتا ہوں کہ مردہ سارے اور زندہ کوئی۔ اگر انسان مسخ نہ ہو گیا ہو اور اگر روحانی طور سے وہ زندہ ہو تو ہادی کی دعوت پر ان الفاظ میں لبیک کہتا ہے:-

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔

(سورہ آل عمران رکوع ۲۰ پ ۴)

(ترجمہ:- اے رب ہمارے ہم نے ایک پکارنے والے سے سنا جو ایمان لانے کو پکارتا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے آئے۔ اے رب ہمارے اب ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے)

انسان جب مسخ ہو جاتا ہے تو اس کے لئے سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی بھی بے فائدہ ہوتی ہے۔ مسخ شدہ لوگوں کا ذکر اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:-

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (سورۃ البقرہ رکوع ۱ پ ۱)

(ترجمہ:- بیشک جو لوگ انکار کر چکے ہیں برابر ہے انہیں تو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہیں لائیں گے اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے)

سورۃ البقرہ رکوع ۹ پ ۱ میں بھی ان کا ذکر فرماتے ہیں:-

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

(ترجمہ:- ہاں جس نے کوئی گناہ کیا اور اسے اس گناہ نے گھیر لیا۔ سو وہی دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔)

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب رسالت سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین یا الٰہ العالمین۔ اس کے لئے اپنے اندر ایمان کی ضرورت ہے۔ ایمان کی منڈیاں ہیں یا ہیں دو کاندار ہے عالم ربانی۔ دوکان ہے اس کا سینہ۔ پونجی ایمان ہے مال ہے قال اللہ وقال الرسول۔ اگر مسلمان ایمان کی پونجی لے جا کر کسی عالم ربانی سے قرآن مجید اور احادیث سننے لگا تو انشاء اللہ ہدایت ہو جائے گی۔

قرآن کے چند معاشی احکام (صفحہ ۳ سے آگے)

ان آیات کی نشان یہ ہے کہ اپنے اور اپنے بال بچوں کی ضروریات پر اپنی چادر دیکھ کر صرف کرو۔ نہ ہی اتنی فضول خرچی کرو کہ بعد میں تنگ ہونا پڑے اور نہ ہی بخل سے کام لو کہ دولت جمع کرکے عذاب کو دعوت دو۔ اس کے ساتھ قرآن کا یہ بھی منشا ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ کیا جائے۔ زکوٰۃ اسی لئے فرض کی گئی۔ زکوٰۃ کے علاوہ صدقات اور خیرات کی جا بجا تلقین بھی اسی لئے کی گئی۔

خاتمہ اوپر درج کی گئیں قرآن کی آیات سے اسلام کے معاشی نظام کے چند بنیادی اصول واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ معاشی نظام اس قدر وسیع شعبہ ہے کہ چند اوراق اس کا احاطہ نہیں کر سکتے بہر حال اسلام کے دوسرے نظامہائے زندگی کی طرح معاشی نظام زندگی کا بھی منشا یہی ہے کہ لوگوں کی فلاح و بہبود پر زیادہ سے زیادہ توجہ کی جائے تاکہ لوگ اپنے خالق کی طرف اطمینان قلب کے ساتھ زیادہ سے زیادہ توجہ مبذول کر سکیں۔

خطاب بہ قرآن

از جناب مولانا سید ابوالقاسم کامل نقوی

اے مقدس کلام ربانی
تو سراسر ہے لطفِ رحمانی

نور کا جام حرف حرف ترا
مئے عرفاں سے پُر ہے ظرف ترا

کلمہ جو ہے کانِ رحمت ہے
جزیہ جو ہے جانِ رحمت ہے

تیری ہر نص ہے مخزنِ عبرت
تیرا ہر لفظ معدنِ حکمت

تیرے مضمون سے یہ اظہر ہے
خاص فرمان ربِ اکبر ہے

دلنشیں تیری ہر ہدایت ہے
رہنما تیری آیت آیت ہے

تو بلاغت کی کان ہے بیشک
تو فصاحت کی جان ہے بیشک

حجتِ حق ہیں آیتیں تیری
سب ہیں برحق ہدائتیں تیری

تو خدائے جہاں کا فرماں ہے
تیرا محکوم ہر مسلماں ہے

کیوں شگفتہ نہ ہوں دل افسردہ
تو نے زندہ کئے ہیں دل مردہ

تو کتابوں میں اس طرح کی کتاب
پھول پھولوں میں جس طرح گلاب

دینِ اسلام تجھ سے روشن ہے
تیرے جوبن سے اس پہ جوبن ہے

دین کا اعتبار ہے تجھ پر
حق کا دار و مدار ہے تجھ پر

تیرا حافظ ہے وہ خدائے قدیر
جس کے بندے ہیں سب صغیر و کبیر

تیرا پایہ مسیح سے عالی ہے
جان مردوں میں تو نے ڈالی ہے

جس نے مخلوق میں تجھے جانا
اس نے خالق کو ہی نہ پہچانا

دل مؤمن مقام ہے تیرا
اور فرقان نام ہے تیرا

لطف جو تیری بات بات میں ہے
وہ لطافت کہاں نبات میں ہے

ذکر تیرا ہر ایک گھر میں ہے
تیرا چرچا جہان بھر میں ہے

تو ہدایت ہے انبیاء کے لئے
پند مردانِ پارسا کے لئے

تو جو اعجاز ہے نبی کے لئے
تو کرامت ہے ہر ولی کے لئے

حکمتوں سے بھرے ہیں سیپارے
ہیں حقیقت کے آئینے سارے

ہیں کہیں تجھ میں ناز کی باتیں
کہیں راز و نیاز کی باتیں

نورِ عرفاں کی تو ہی مشعل ہے
رحمتِ حق کا تو ہی بادل ہے

تو بتاتا ہے راہ جنت کی
تو دکھاتا ہے شان رحمت کی

جود و الطاف تو سکھاتا ہے
عدل و انصاف تو بتاتا ہے

نص قطعی ہے حکم پاک ترا
سب کے دل میں ہے خوف باک ترا

سب رسولوں کی تو صداقت ہے
صادقوں کو تری محبت ہے

گل ہے مؤمن کو خار کافر کو
نور مومن کو نار کافر کو

تیرے عشاق کل مسلماں ہیں
تیرے اعدا کے دشمن جاں ہیں

تیرے اوراق ہوں اگر معدوم
غرق دریا اگر کرے کوئی شوم

تو فرضنا تجھے مٹائے کوئی
آگ میں ڈال کر جلائے کوئی

گر کوئی اس کا انتظام کرے
گم زمانہ سے تیرا نام کرے

تیرے لاکھوں ہیں حامیٔ انصار
قاری و حافظ و امانت دار

سچ تو یہ ہے جو کوئی جاہل ہے
تیری عظمت کا وہ بھی قائل ہے

خوش بیانی پہ تھے جنہیں سو ناز
ان کو محبوب ہے ترا انداز

جو عرب جان تھے فصاحت کی
تو نے کر دی زبان بندان کی

آشنا واقفوں کا تو ہی ہے
حرز جاں عارفوں کا تو ہی ہے

ورد ہر وقت عاملوں کا تو
ہر نفس شغل کاملوں کا تو

سالکوں نے سلوک تجھ سے لیا
اہل دل نے سبق تجھی سے پڑھا

تیری تحقیق سب سے بڑھ کر ہے
تیری تاریخ سب سے بہتر ہے

کہیں تجھ میں ہے قصۂ ایوب
ہے کہیں ذکر حضرت یعقوب

تجھ میں یوسف کا ہے بیانِ عجیب
جو سراسر ہے داستانِ غریب

ہے کہیں جا حکایتِ ہارون
کہیں ذکر ہلاکتِ فارون

کہیں موسیٰ کا اور طور کا ذکر
نار کا ذکر اور نور کا ذکر

قصہ حوّا کا اور آدمؑ کا
ہے کہیں ذکر ابنِ مریم کا

جا بجا ذکر پاک ان کا ہے
واسطے جن کے تجھ کو بھیجا ہے

ہے کہیں اتفاق کی تاکید
اور نفاق و شقاق کی تہدید

کہیں حکم جہاد و حکم صلوٰۃ
ہے کہیں حکم حج و حکم زکوٰۃ

تو ہے لب لباب حکمت کا
اور مجموعہ ہے شریعت کا

تجھ میں جو بات ہے نرالی ہے
بحث سے تیری شان عالی ہے

اٹھ گئے تجھ کو ماننے والے
کم ہیں اب تیرے جاننے والے

وحی ربانی کے مقابلہ میں وحی شیطانی

(از حکیم شمس الدین احمد قریشی ٹیکسلہ)

نظام کائنات کی بنیاد تقابل و اختلاف پر مبنی ہے۔ رات اور دن کا اختلاف، آگ اور پانی کا اختلاف، نیکی و بدی کا اختلاف، مومن اور کافر کا اختلاف۔ دنیا کا بقا و وجود جب ہی رہے گا جب تک یہ دونوں مختلف فریق موجود رہیں گے اور اُسی دن کائنات کو ختم کر دیا جائے گا۔ جس دن ایک فریق نہیں رہے گا۔

یہ اختلاف نیا اور تازہ نہیں۔ بلکہ اس کا آغاز قرآن مجید کی روشنی میں انسان کی زندگی کے پہلے ہی دن سے شروع ہُوا۔ جب کہ جدِّ انسان (حضرت آدم) کے شاہی استقبال سے ابلیس نے انکار کیا اسی انکار سے ابلیس۔ اِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْۤ اِلٰى یَوْمِ الدِّیْنِ ۔ کے الفاظ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملعون اور راندہ درگاہ قرار پایا۔ مگر اس نے اسکے بعد یہ درخواست پیش کی کہ تا قیامت مجھے زندگی دیجئے قَالَ اَنْظِرْنِیْۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۔ شہنشاہ بے نیاز نے اس مردود کی درخواست کو منظور فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ اِلٰى یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۔

اعلان بغاوت:۔ ابلیس نے اپنی اس طویل زندگی کا پروگرام بیان کرتے ہوئے ابن آدم سے انتقام لینے کا اعلان کیا۔ قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَیْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ ۔

(ترجمہ) شیطان بولا تو جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی ضرور بیٹھوں گا اُن کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر۔ پھر اُن کے پاس آؤں گا اُن کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے۔ اور نہ پائے گا تو اکثروں کو اُن میں شکر گزار۔

نرالا دشمن:۔ ہر دشمن خطرناک ہوتا ہے۔ مگر جو دکھائی دے اور نگاہوں سے مخفی نہ ہو سکے اس کی شرارتوں اور اذیتوں سے محفوظ رہنا آسان ہے اور یہ وہ عدو مبین ہے۔ جو انسان کے رگ و ریشہ میں دوڑتا پھرتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ یَجْرِیْ کَمَجْرَی الدَّمِ ۔

اور قرآن مجید میں ابلیس کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۔ ابلیس اور اُس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔

دشمن سے بچاؤ کا طریقہ:۔ خداوند تعالیٰ نے بندوں کو ابلیس اور اس کے چیلے چانٹوں کی گمراہ کن چالوں سے خبردار کرنے کے لئے انسانوں ہی میں سے چند افراد کو منصب رسالت سے سرفراز فرمایا تاکہ ملاءِ اعلیٰ سے رشد و ہدایت پڑھ لانے اور معصیت و ضلالت سے بچانے والے احکامات و فرامین ان مقدس نفوس کی معرفت باقی انسانوں تک پہنچائے جائیں۔

انبیاء علیہم السلام سے خدا کی امداد

مقصدِ رسالت کے فروغ کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی ہر طرح نصرت و امداد فرمائی ہے۔ انہیں ہر قسم کے گناہ اور معصیت کی آلودگیوں سے پاک رکھا اور صداقت رسالت کے معجزات عطا فرمائے تبلیغ کے لئے مسجدیں بطور مراکز عطا فرمائیں۔ اشاعت دین کے لئے جامع کلمات اور اذانیں بخشیں۔

ابلیس کے وسائل:۔ حکم کی پوری صورت تب ہی ہو سکتی تھی۔ کہ ابلیس کو بھی کفر و ضلالت کے پھیلانے کے پورے وسائل دئے جاتے چنانچہ اس مردود کے مقابلے میں اس کے منہ مانگے ہوئے وسائل دے دیئے گئے۔

تنبیہ الغافلین مطبوعہ مصر صفحہ ۳۳ میں ایک روایت ہے جسے خازن اور مظہری نے بھی سورہ بنی اسرائیل کے رکوع ۶ آیت نمبر ۶۲ کے تحت نقل کیا ہے۔

قَالَ اِبْلِیْسُ لِرَبِّه ۔ اے رب جعلت لبنی آدم بیوتا یذکرونک فیہا فما بیتی ۔ قال الحمام ۔ قال فجعلت لہم مجالس فما مجلسی قال السوق ۔ قال فجعلت لہم قرءۃ فما قراءتی ۔ قال الشعر قال فجعلت لہم حدیثا فما حدیثی قال الکذب قال فجعلت لہم اذانا فما اذانی قال المزمار قال فجعلت لہم رسلا فما رسلی قال الکہنۃ قال وجعلت لہم کتابۃ فما کتابتی قال الوشم ۔ قال فجعلت لہم مصائد فما مصائدی ۔ قال النساء قال فجعلت لہم طعاما فما طعامی ۔ قال ما لم یذکر علیہ اسمی قال فجعلت لہم شرابا فما شرابی قال المسکر ۔

(ترجمہ) کہ ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے یہاں عرض کی تو نے نوع انسان کے لئے عبادت خانے مقرر کئے ہیں۔ جہاں تیرا ذکر کرتے ہیں۔ میرے لئے تو نے کون سا مقام مقرر کیا ہے۔ جہاں انسان میرا ذکر جاری رکھے تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ حمام۔ پھر شیطان نے کہا تیرے ذکر کے لئے مجلسیں منعقد ہوتی ہیں۔ میری مجلس کون سی ہے۔ فرمایا۔ بازار۔ پھر شیطان نے سوال کیا تو نے ان کے لئے قراءۃ بنائی میری قراءۃ کونسی ہے۔ فرمایا شعر۔ کہا تو نے انسان کے لئے کلام بنائی میری کلام کونسی ہے۔ فرمایا جھوٹ کہا ان کے لئے تو نے اذان بنائی میری اذان کون سی ہے۔ فرمایا مزامیر یعنی (بانسری وغیرہ) کی آواز۔ کہا ان کے لئے رسول ہے میرا رسول کون ہے۔ فرمایا کاہن (یعنی سوائے وحی اور الہام کے غیب کی باتیں بتانے والا) کہا ان کے لئے کتابت بنائی میرے لئے کتابت کونسی ہے۔ فرمایا وشم (جسم انسان پر بذریعہ سوئی یا فیشن پھول بناتے ہیں) کہا ان کے لئے شکار گاہیں بنائی ہیں۔ میرے لئے شکار گاہ کونسی ہے۔ فرمایا عورتیں۔ کہا تو نے ان کے لئے کھانا بنایا پس میرے لئے کھانا کونسا ہے۔ فرمایا وہ کھانا جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ پھر کہا تو نے اُن کے لئے پینے کی چیزیں بنائیں پس میرے لئے کونسی چیز ہے۔ فرمایا مستی لانے والی چیز۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے شیاطین الانس نے بھی وحی الٰہی سے انسانوں کو دور رکھنے کے لئے یہی راستہ اختیار کیا۔ تفاسیر میں ہے کہ نضر ابن الحارث فارس سے بادشاہوں کے قصہ کہانیاں اور مغنیات یعنی گانے والی عورتیں خرید کر لاتا۔ اس پر سورۃ لقمان رکوع ۱ پ ۲۱ کی یہ آیتیں اتریں:۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۔

(ترجمہ) اور بعض ایسے آدمی بھی ہیں۔ جو کھیل کی باتوں کے خریدار ہیں تاکہ بن سمجھے اللہ کی راہ سے بہکائیں۔

یہاں علامہ عثمانی رح کی تشریح قابل دید ہے۔

ابلیس کی کامیابی یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ابلیس کو اس تجویز سے بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی دنیائے کفر نے اپنے پیشوا کی ایجاد کو خوب ترقی دی کہ تھیٹروں سینماؤں۔ گراموفون۔ ڈانس اور رقص و سرود کی محفلوں سے شہر و قصبات اور دیہات کے ہر گوشے تک پہنچایا۔ چنانچہ آدم ؑ کی اولاد کو اس منحوس آواز کا ایسا چسکا لگا۔ کہ جب تک اسے نہ سُن لیں۔ انہیں چین و سکون نہیں آتا۔ کفار نے تو اسے

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

مسائل القرآن

از حضرت مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رح کے ارشاد پر قرآن شریف سے عقائد و فقہ معاملات و اخلاق آداب و تصوف وغیرہ کے ماخوذ و مستنبط مسائل کے جمع کرنے کا کچھ کام احقر نے بھی کیا تھا۔ پھر نظر سے معذوری پر وہ بند ہوگیا تھا اس وقت صرف ایک آیت کے مسائل بطور نمونہ اپنی اصل عربی تالیف سے اُردو میں منتقل کر کے قرآن نمبر کیلئے ارسال ہیں کہ شاید حق تعالیٰ کسی کو توفیق دیں کہ وہ اس طرح یا اس سے بہتر صورت میں پورے قرآن مجید کے مسائل پر ایک جامع تفسیر مدون کر دے تو توقع ہے کہ انشاء اللہ بہت فائدہ مند خدمت ہوگی۔ (جمیل احمد تھانوی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ (سورہ یونس رکوع ۴)

(بلکہ کافروں نے ایسی کتاب کی تکذیب کی ہے جس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکے اور ابتک ان کے پاس اس کی وضاحت نہیں آئی تھی ایسے ہی پہلے لوگوں نے تکذیب کی ہے تو آپ دیکھیے اُن ظالموں کا انجام کیسا تھا۔)

اس آیت کا اصل مضمون کافروں کا قرآن مجید کی تکذیب کرنا اور ان کو ظالم قرار دے کر ان کے بدترین انجام کو دکھانا ہے لیکن جس عجیب عنوان سے تعبیر فرمایا گیا ہے کہ کذبوا بالقرآن (قرآن کی تکذیب کی ہے) کے بجائے کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ ولما یاتہم تاویلہ فرمایا ہے کہ اس کے علم کا احاطہ اور وضاحت آنے سے پہلے تکذیب کی ہے اس سے بہت سے مسئلے معلوم ہو رہے ہیں۔

مسئلہ (۱)

معلوم ہوا کہ کسی شئے یا کسی انسان کے متعلق اس سے پہلے کوئی بری رائے قائم کر لینا جائز نہیں کہ اس کی ہر ہر صفت و کیفیت کا پورا پورا علم حاصل ہو اور اس کی وضاحت حاصل ہو سکے۔

(الف) حضرات صحابہ تابعین، تبع تابعین بزرگان ملت اور علمائے امت میں سے کسی کے باب میں آج کا کوئی شخص جو ان کی پوری پوری ظاہری و باطنی کیفیات سے واقفیت نہیں رکھتا لب کشائی کرتا ہے تو وہ ظالم ہے اور اس کا فرانہ طریقہ کی پیروی کرتا ہے۔

(ب) مجتہدین امت ائمہ دین و ملت کے استنباطات مسائل اور ان کی ذاتیات و صفات پر موجودہ عصر کے لوگوں کی نکتہ چینی جو تمام دینیات تمام آیات و احادیث ان کے الفاظ لفظ، اشارات و کنایات ظاہرہ باطنہ طریقہا ئے استدلال و استنباط کو ایک دم نظر میں نہیں لا سکتے اور ان کے طرق اخذ سے واقفیت نہیں رکھتے بالکل غلط اور باطل طریق کار ہے۔

(ج) حضرات صوفیائے کرام پر طعن و تشنیع ایسے لوگوں کی طرف سے جو عشق کی وادی پرخار سے ناآشنا ہیں ایک قابل ملامت شئے ہے۔

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

(د) خصوصاً مجذوب بزرگوں کے متعلق قیاس آرائیاں کرنا نہایت بیہودہ روش ہے۔ ان کی ظاہری دیوانگی پر فقرے کسنا اور توہین کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہے جامع صغیر میں حضرت علی رض سے یہ حدیث روایت ہے کہ میری امت کے عارفین مجذوبین کو چھوڑ دو۔ نہ ان کو جنت میں پہنچاؤ نہ دوزخ میں یہاں تک کہ قیامت کے دن خود اللہ تعالیٰ ہی ان کے بارہ میں فیصلہ فرمادیں۔

(ہ) بلکہ کسی ایک مسلمان کے باب میں بھی مکمل تحقیق کے بغیر اور بلا شرعی اجازت کے غیبت۔ بہتان۔ الزام تراشی و بدگمانی وغیرہ علاوہ اور دلیلوں کے اس آیت کے اشارہ سے ناجائز ثابت ہیں۔ کیونکہ مدار تو دل کی کیفیات پر ہے اور اس کا علم سوائے حق تعالیٰ کے کسی کو نہیں اس لئے پورا حال معلوم نہیں ہو سکتا۔ حدیث: "مسلمانوں سے نیک گمان رکھا کرو۔" اسی کی وضاحت ہے گویا ؂

ہر بیشہ گمان مبر کہ خالی است
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

(و) تنقید تنقید جو آجکل لوگوں کی زبان پر ہے اس کے اصلی معنی تو عمدگی و خرابی کی پرکھ کرنے کے تھے جو دین کے بقا و استحکام وغیرہ کے لئے تو بضرورت جائز ہو سکتی ہے۔ ویسے نہیں لیکن ہماری آجکل کی زبان میں یہ لفظ صرف عیب جینی اور غیبت کے ہم معنے ہوگیا ہے۔ آیت وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا سے وہ بالکل حرام اور اس آیت سے بھی حرام ثابت ہے اور تجسس تو اصلی معنے کو بھی شامل ہے۔

(ز) بلکہ یہ ایک قاعدہ کلیہ عطا فرمایا گیا ہے جو دینی و دنیوی علمی و عملی معاشرت و تمدن انتظام و سیاست تمام شعبہ ہائے حیات میں مشعل راہ ہے کہ کسی انسان کسی جماعت کسی ادارہ کسی قوم کسی کتاب کسی مال کسی مخالف یا موافق غرض کسی شعبہ کی کوئی چیز ہو اس کے متعلق قبل مکمل تحقیقات کے بری سی رائے قائم کرنا درست نہیں۔

(ح) کسی انسان، کسی شئے یا کسی معاملہ کے متعلق رائے اس کی معتبر ہوگی جس کو اس کی تحقیقات اس پایہ کی حاصل ہوں کہ اس کے تمام متعلقات کا علمی احاطہ ہو اور ہر جہت کی مکمل وضاحت حاصل ہو ورنہ نہیں خواہ وہ کتنا ہی قابل اور بیدار مغز کیوں نہ ہو یورپ کے ایجنٹوں کی تحریف کو دین سمجھنا گمراہی ہوگا۔

مسئلہ (۲)

کذبوا تکذیب سے ہے اور تکذیب کذب (جھوٹ) کی طرف نسبت دینے کے معنی میں ہے۔ پھر اس کے بہت درجے ہیں ادنیٰ درجہ یہ بھی ہے کہ یقین کامل نہ رکھا جائے قابل قبول نہ سمجھا جائے۔ اس حکم میں سب جیسے داخل ہونے ضروری ہیں۔ پھر تکذیب کی جو مذمت ہے اس کی وہ وجہ جو واقف معنی بھی سمجھ لیتا ہے کذب کا برا ہونا ہے اسی کو دلالۃ النص کہتے ہیں۔ اس لئے ہر برائی کی بھی یہی مذمت ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن مجید کی یا اس کے احکام میں سے کسی حکم یا کسی لفظ کی تکذیب خواہ جس درجہ کی بھی ہو حتی کہ عدم یقین و عدم قبول شک و شبہ بھی اور ایسے ہی ہر طرح کی بری بات کو اس کی طرف منسوب کرنا مذاق اڑانا توہین کرنا لوگوں کی نظر میں ہلکا کرنا بے ادبی و گستاخی کرنا کفر ہوں گے۔ جو ظالمین کے لفظ ظلم کا اعلیٰ درجہ ہے اسی لئے فقہائے کرام نے ان سب باتوں کو اسباب کفر میں گنایا ہے۔

مسئلہ (۳)

بما لم یحیطوا کے لفظ ما سے تو قرآن مجید مراد ہے۔ مگر قرآن مجید کی تکذیب و توہین وغیرہ ظلم و کفر اور برا نتیجہ ہونے کی وہ علت جس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے اس کا حق تعالیٰ سے قوی ترین تعلق رکھنا ہے۔ اس لئے دلالۃ النص کے طریقہ پر وہ چیز یا انسان جس کا قوی تر تعلق بدرجہ یقین حق تعالیٰ کے ثابت ہوگا۔ قرآن شریف کی طرح اس کی بھی تکذیب کے کل مدارج اور ہنسی مذاق توہین بے ادبی و گستاخی کفر ہوں گے وہ صفات الٰہیہ ہوں یا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یا احادیث متواترہ ہوں جن کو دشمن قطعی اور معلوم ... اطاعت اللہ نے بواسطہ الفاظ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کلام الٰہی میں داخل کر دیا ہے یا کل احادیث جن میں یہ بھی داخل ہے۔ فقہائے کرام کے یہاں ان سب باتوں کا کفر ہونا ملے گا۔

مسئلہ (۴) و (۵)

یہاں قرآن شریف کو دو جملوں سے تعبیر فرمایا گیا ہے :-

(الف) مالم یحیطوا بعلمہ ایسی کتاب کی جس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے علم کا احاطہ کرنا امر ضروری ہے۔ یہ بھی ضروری بات ہے کہ علم اور چیز ہے اور علم کا احاطہ اور چیز۔ علم کا تعلق لفظوں سے بھی ہے اور لفظوں کے معنے سے بھی۔ احاطہ جو چاروں طرف سے کسی چیز کو گھیر لینے اور اس کو بالکل قابو میں لینے کے معنی دیتا ہے۔ اس سے لفظوں پر اور معنی پہ پورا پورا قابو پا لینا مراد ہونا ضروری ہے۔ لفظوں کے تین درجے ہیں۔ مفرد لفظوں کی صورت ہیأت حرکاتی جس کی تبدیلی سے معنی میں تبدیلی ہوتی چلی جاتی ہے سمع سامع سمیع مسموع تسمیع سمعنا کے تغیرات سے الگ الگ معنے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی کو علم صرف کہہ دیتے ہیں۔ لہٰذا الفاظ مفردات کی ان صورتوں کے احاطہ کے لئے علم صرف کی مہارت ایک ضروری کام ہوگا پھر مفرد لفظوں کی ذات یا مادہ کہ صورت ایک مگر حروف و ترتیب کی تبدیل سے معنے میں فرق ہوتا ہے ضرب نصر۔ فتح ایک ہیئات حرکاتی پر ہیں مگر معنی الگ الگ۔ اسی کو علم لغت کہا جاتا ہے۔ تو مفردات کے مادوں کے احاطہ کے لئے لغت کی مہارت لازمی چیز ہے اور مرکبات[3] میں ایک ایک لفظ کا دوسرے سے کیسا کیسا تعلق کیسے کیسے معنی پیدا کر دیتا ہے۔ لفظوں کے آخری حرفوں میں کیسے کیسے .... تغیرات کیسے کیسے معانی کا سبب ہوتے ہیں۔ اس کو علم نحو سے یاد کیا جاتا ہے۔ مرکبات کے تعلق کے احاطے کے لئے اس علم کے بغیر چارہ کار ہی نہیں۔ لفظوں کے معانی کا حصول ان سب فنون سے ہی ہے اور پھر ایک لفظ کے متعدد معنی اور ان کے مراتب اور ایک معنی و مضمون کی ادائیگی کے لئے متفرق تغیرات اور ان سب کے فرق کا احاطہ کرنے کے لئے علم معانی و بلاغت کی تحصیل لابدی ہے پھر الفاظ کے حروف کی صحیح ادائیگی جس سے حرف حرف سے بدل کر معنی نہ بدل دے یعنی علم تجوید بھی اہم ہوتا ہے۔

(ب) ولما یاتھم تاویلہ۔ (اور اس کتاب کی کہ اب تک ان کے پاس اس کی وضاحت نہ آئی تھی ..... یل اول یعنی رجوع کا متعدی ہے۔ صحیح مفہوم کی طرف لفظوں اور معنی کو رجوع کرانا ہے مگر ترتیب میں اول احاطہ علمی ہے اس لئے پہلے وضاحت کی فکر غیر مفید بلکہ مضر ہوگی۔ اب اس صحیح مفہوم کی وضاحت کا آنا دو طرح ہوگا۔ نقلی و عقلی، نقلی وضاحت وہ ہوگی جو خود قرآن مجید کی دوسری آیت یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوگی۔ خواہ حضرات صحابہ حضور کی طرف منسوب کر کے نقل کریں یا منسوب نہ کریں۔ کیونکہ منسوب نہ کرنے میں بھی حضور سے ہی سنا ہوا ماننا ہوگا۔ کہ تعلیم تبیین سے حاصل ہوئی ہے حضور کی صفت یعلمھم الکتاب فرمائی گئی ہے (اور ان کو اللہ کی کتاب سکھاتے ہیں) ولتبینہ للناس (تاکہ آپ قرآن شریف کو لوگوں کے لئے بیان کر دیں) فرمایا گیا ہے عقلی وہ ہے جو اصول عربیت علوم مذکورہ (الف) کی مدد اور علوم اخذ احکام کی مدد سے حاصل کئے جائیں اور وہ کسی نقل یا اصول کے خلاف نہ ہوں۔ نقلیات کے لئے علم تفسیر و حدیث اور عقلیات کے لئے علم اصول فقہ ناگزیر علوم ہیں۔ پھر مسائل ماخوذہ کے مجموعہ کو کلام و فقہ و تصوف کہا جاتا ہے۔ لہٰذا (الف) اور (ب) کے مجموعے سے یہ ضروری ماننا پڑے گا کہ بغیر احاطہ علمی و علم وضاحت صرف ترجمہ دیکھ کر یہ سمجھ لینا کہ ہم کو قرآن شریف کا علم حاصل ہو گیا ہے۔ سخت ترین غلط فہمی ہے۔ آیت کریمہ سے صاف معلوم ہو گیا کہ علم صرف[1] و نحو[2] و لغت[3]۔ بلاغت[4] و تفسیر[5] و حدیث[6] اور اصول فقہ[7] کی مہارت تامہ اللہ کی کتاب کے حاصل کرنے کے لیے ایسی ضروری ہے کہ بغیر اس کے صحیح معنی و مفہوم حاصل نہیں ہوگا اور جو جو فنون ان مہارتوں کے پیدا کرنے میں مددگار ہوں گے۔ وہ بھی ضروری ثابت ہیں مثلاً اصول حدیث۔ اسماء رجال[9] وغیرہ۔ اور اسلاف امت نے جو ان تمام کی مہارت سے کتاب الٰہی کو سمجھ کر عقائد کو علم کلام[10]۔ عبادات و معاملات کو علم فقہ[11] اور اخلاق و معاشرت وغیرہ کو علم تصوف[12] نام سے مدون کر دیا ہے۔ وہ اس آیت شریفہ کی تعمیل ہے۔

مسئلہ (۶)

بلاغت کا اور ہر زبان میں استعمال ہونے والا قاعدہ ہے کہ اسم موصول اور صلہ پر جو حکم لگایا جاتا ہے۔ صلہ اس حکم کا سبب ہوتا ہے۔ اگر آپ کہیں گے کہ میں نے آج ان لوگوں کو انعام دیا ہے جو امتحان میں کامیاب ہو گئے تھے۔ تو انعام دینے کا سبب امتحان کی کامیابی ہوگی۔ اگر کوئی کہے کہ میں اس کو ملانے لایا ہوں جو آپ کا بڑا مشتاق ہے۔ تو لانے کا سبب اس کا مشتاق ہونا ہوگا۔ یہاں قرآن کی تکذیب کے ظلم اور بد انجامی ہونے کا بیان ما اسم موصول اور دو صلوں سے ہوا ہے۔ عدم احاطہ علم اور عدم علم وضاحت سے۔ لہٰذا یہی دو باتیں ان کی تکذیب و ظلم اور بد انجامی کا سبب قرار پائیں گی۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن شریف کے علم کا احاطہ نہ ہونا اور اس کی وضاحت کا حاصل شدہ نہ ہونا یعنی ان تمام علوم میں ماہر نہ ہونا تکذیب گمراہی، کفر، توہین اور بے ادبی و گستاخی کا سبب بن جاتا ہے تو جو شخص ان علوم میں ماہر نہ ہوگا اس کو ان علوم کے ماہروں کی پیروی میں نجات ہے۔ ورنہ وہ مذکورہ خرابیوں میں سب میں یا کسی ایک میں مبتلا ہو جائے گا۔ اب ہیں سے صاف طریقہ پر یہ مسائل ثابت ہوئے۔

(الف) مذکورہ خرابیاں بڑے بڑے گناہ ہیں تو ان کا سبب بھی بڑا گناہ ہوگا۔ لہٰذا ایسی صورت جرم اور گناہ ہوگی کہ بے علمی و بے مہارت علوم میں صرف ترجمہ قرآن مجید دیکھ دیکھ کر بغیر پیروی ماہران علوم خود کوئی رائے قائم کی جائے۔ لہٰذا آج جو ہمارے یہاں درس قرآن کا رواج پڑا ہوا ہے۔ چونکہ بہت سے لوگ اس سے رائے قائم کرنے کا کام لے رہے ہیں۔ یہ درس ان کے لئے جائز نہ ہوگا۔ اور جس شخص کے دل میں اسلاف امت کی عظمت نہ ہوگی۔ اعتماد نہ ہوگا۔ تو جب کسی آیت کو دوسری آیت کے مخالف سمجھے گا اور وضاحت و علوم سے کورا ہوگا۔ اس کو تو خود کلام الٰہی نہ ہونے میں شبہ پڑنے لگے گا اور کلام خدا میں شک ہونے سے ایمان رخصت ہو جائے گا۔ یا کسی آیت کے مضمون کو امت کے عمل یا عقیدہ کے خلاف سمجھے گا اور اس کو ناسخ و منسوخ مقدم و مؤخر اور صحیح مفہوم و وضاحت معلوم نہ ہوگی تو گمراہیوں میں پھنس کر رہ جائے گا ہاں جس کو احاطہ علمی و کمال وضاحت حاصل ہے اس کو دو آتشہ شراب یقین حاصل ہوگی ورنہ صرف اسلاف امت پر اعتماد سے بھی گمراہی و کفر سے تو محفوظ رہ جائے گا۔

(ب) جو شخص علوم مذکورہ کا ماہر نہیں ہے یا اس کی دینی دیانت اور علمی حالت قابل اعتماد نہیں ہے کہ ہر بات کو دیانتداری سے اس مہارت کے تحت ہی بیان کرے اس کو درس قرآن دینا جائز نہیں نہ اس سے درس قرآن حاصل کرنا جائز۔ یہ بجائے ثواب کے گناہ و گمراہی کا سبب اور بسا اوقات اسلام سے نکل جانے کی نوبت لائے گا۔

(ج) اسی طرح جو شخص ان تمام علوم کا ماہر نہیں اس کو قرآن مجید کے مسائل پر قلم اٹھانا یا کوئی تفسیر لکھنا جائز نہیں اور نہ ایسی تفسیر کو دیکھنا۔ پڑھنا۔ چھاپنا۔ شائع کرنا اور فروخت کرنا یا خریدنا جائز۔ آج جو یہ ہو رہا ہے کہ ؎

ہر بوالہوس نے عشق پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوہ اہل نظر گئی!

جس کو دیکھو اپنا وقار قائم کرنے کے لئے دنیا کو گمراہی اور دہوکہ میں ڈالتے ہوئے یورپی نظریات کو قرآنی احکام ثابت کر کر کے ایک نہایت خطرناک تحریف کر رہا ہے اور نام رکھ رہا ہے۔ تفسیر قرآن و احکام قرآنی۔ اور مسلمان ہے کہ شستہ عبارتیں، لچھے دار ترکیبیں اور دلاویز جملے دیکھ دیکھ کر اس شکر چڑھے ہوئے زہر کو اطمینان سے نوش کر رہے ہیں اور اپنے نور ایمان کو موت کے گھاٹ اتار

رہے ہیں۔ یہ سخت ترین غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھلا معیار دے دیا ہے۔ اس معیار پر پرکھ لیجئے کہ اس کو فہم قرآن کے جملہ علوم کا احاطہ علمی اور نقلی و عقلی وضاحت کا کمال حاصل ہے یا نہیں۔ اگر لکھنے والا ایسا نہیں ہے تو اس کی حالت نہ اس کے لئے اور اس کی تالیف دیکھنے والوں کے لئے انتہائی خطرناک شے ثابت ہوگی۔ انتہائی گمراہی کا سبب ہوگی۔ اور ایسا نہ ہو کہ آخر کار ایمان و اسلام کے استعفا کے مرادف بن جائے (العیاذ باللہ العلیم)

(۷) جب عدم احاطہ علم و عدم علم وضاحت تکذیب و کفر کا سبب ہے تو احاطہ علم و علم وضاحت قوتِ ایمان و یقین کامل کا سبب ہوا۔ جس کو اصطلاحی لفظوں میں عکس نقیض کا لازم ہونا کہا جاتا ہے۔ قوتِ ایمان و یقین کا حاصل کرنا فرض کفایہ اور بڑا کمال ہے تو علوم مذکورہ بالا حاصل کرنا بھی فرض کفایہ اور عمدہ کمال ثابت ہوا۔ یہی علوم درس نظامی کا جزو اعظم اور تمام مدارس دینیہ کا منتہائے نظر ہیں۔

(۸) قرآن مجید کے متعلق عدم احاطہ علم اور عدم وضاحت کے عنوانات میں دو فرق فرمائے گئے ہیں۔ اول میں لم یحیطوا (احاطہ نہیں کر سکے) نہیں کا لفظ ہے اور کر سکنا انسانی فعل ہے۔ دوسرے میں لما یاتھم (ابھی تک ان کے پاس اس کی وضاحت نہیں آئی) ابھی تک نہیں کا لفظ ہے اور آنا خود وضاحت کا فعل ہے۔ ان دونوں تفاوتوں میں دو باتیں جھلک رہی ہیں۔ ایک یہ کہ "نہیں" اور "اب تک نہیں" میں یہ فرق ہے کہ جس کام کی امید لگی ہو اس کے ہو جانے کی توقع ہو رہی ہو اور وہ نہ ہوا ہو تو اس کے لئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے کہ اب تک نہیں ہے اور صرف "نہیں" لفظ میں یہ بات نہیں ہوتی تو معلوم ہوا کہ احاطہ علمی کا کسی کے نفس وجود سے ایسا تعلق نہیں کہ وجود سے اس کی توقع وابستہ ہو لیکن احاطہ علمی سے علم وضاحت کا ایسا تعلق ہے کہ اس کے ہونے پر وضاحت کے علم کی توقع ہوتی ہے اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ احاطہ علم ہی وضاحت کے علم کا سبب ہے خواہ وہ علم نقلی ہو یا عقلی اس لئے جب تک احاطہ علمی نہ ہوگا وضاحت نقلی و عقلی کا علم حاصل نہ ہوگا۔ اور پھر گمراہی و کفر تک نوبت پہنچنے کا خطرہ لاحق ہوگا۔ اس طرح لفظ لما سے بھی مسئلہ ۱ کے (الف) (ب) پھر ثابت ہوتے ہیں۔

بات یہ بھی غور کرنے کی ہے کہ ایک شے سے دوسری شے کی توقع ہونے پر وہ دوسری شے ضروری الوجود نہیں ہو جاتی۔ اس لئے باوجود علمی احاطہ کے بھی وضاحت نقلی و عقلی کا حصول ضروری نہ ہوگا۔ جب تک خود اس کے لئے علوم و طرق تحصیل اور استنباط مسائل کی مہارت نہ ہوگی۔ اس لئے اصول فقہ و تفسیر بغیر پھر بھی خطرات کا سامنا ہوگا۔

دوسری بات یہ کہ لم یحیطوا (احاطہ نہ کر سکے) میں احاطہ کر سکنا انسانی فعل سے فرمانے کے معلوم ہوا کہ یہ کام مشقت طلب ہے۔ کوشش بلیغ سے حاصل ہو سکتا ہے اور لما یاتھم (اب تک ان کے پاس اس کی وضاحت نہیں آئی) میں آنا خود وضاحت کا فعل ہے گو وضاحت نقلی و عقلی دونوں کو کوشش و مشقت سے حاصل کرنا ہوگا۔ مگر اس کے خود آنے میں اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ احاطہ علمی کے بعد ان کا حصول اس قدر آسان ہوگا کہ گویا وہ خود بخود ذہنوں میں آتی چلی جاتی ہیں۔ اور جیسے انسان کی کوشش کے علوم میں غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ان میں گویا بلا کوشش آنے کی وجہ سے غلطی کا احتمال کم ہے۔ اب خود سوچ سمجھ لیجئے کہ احاطہ علمی یعنی مسئلہ ۲ کے علوم سے کیا فوائد ہیں اور ان کے بغیر کس قدر گمراہی و کفر کے خطرات ہیں۔

مسئلہ ۷

تاویلہا اول بمعنی رجوع سے بنا ہوا متعدی مصدر ہے ضمیر ہا کی طرف ہے۔ جس کتاب یعنی قرآن شریف مراد ہے کتاب نام ہے لفظوں کا اور ان معنے کا جن کو لفظ ادا کرتے ہیں تو ان لفظوں اور معنی کو مراد الٰہی کی طرف رجوع کرانا تاویل ہے۔ جس لفظ یا جس جملے میں ایک ہی معنے کا احتمال ہو وہاں تو رجوع کرانا پایا ہی نہ جائے گا جہاں چند معانی و مفہومات بن سکتے ہوں گے ان کو مراد الٰہی کی طرف رجوع کرانا تاویل ہے۔ گو آئندہ زبان کے عامی لوگوں نے تاویل لفظ کو دوسرے معنی میں استعمال کر رکھا ہے وہ ناواقفی پر مبنی ہے اور قرآن مجید کی تاویل کے معنی میں ان کا تصور بھی حرام ہے۔ اب مراد الٰہی کی طرف رجوع کرانے کی دو صورتیں ہوں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے قرآنی شاگردوں رضی اللہ عنہم سے منقول کی طرف رجوع کرانا یا اپنی عقل سلیم سے تجویز کی ہوئی مراد الٰہی کی طرف رجوع کرانا جو مسئلہ ۶ میں سہل الحصول ثابت ہو چکا ہے۔ اس طرح اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ غیر منقول تفسیر بھی جائز ہے۔ گو اس کے لئے یہ شرطیں ضروری ہیں کہ وہ [1] احاطہ عملی کے بعد ہو اور [2] تفسیر منقول کے خلاف نہ ہو۔ احاطہ علمی کے بعد ہونے کی ضرورت تو ترتیب میں احاطہ عملی کے مقدم ہونے اور لفظ لما کے مفہوم سے ثابت ہو چکا ہے اور منقول یعنی قرآن و حدیث بلا واسطہ یا بواسطہ کے خلاف کا غیر معتبر ہونا ظاہر ہے اور [3] پھر وہ پہلے اور پچھلے الفاظ و مضمون کے خلاف نہ پڑے [4] خود قرآنی لفظوں کے قرائن سے اس کی تائید کرا سے راجح قرار دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ چاروں شرطیں ضروری ہیں۔

روح المعانی میں کتاب لمذکل میں ح ۲ حدیث پر اس کے جواز کے لئے یہ دلائل اور بھی پیش کئے ہیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ

اگر بات کو رسول اور احکام الٰہی دونوں کی طرف رجوع کر دیتے تو ان میں سے جو حکم کا استنباط کر سکتے ہیں اس کی حقیقت معلوم کر لیتے

معلوم ہوا کہ حکم کا استنباط کرنا قابل مدح ہے اور ارشاد ہے :۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا

(کیا لوگ قرآن مجید میں غور ہی نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں)

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ غور و فکر نہیں کریں گے گویا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوتے ہیں اور ارشاد ہے :۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

(قرآن وہ کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اس لئے نازل کیا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور عقل والے نصیحت حاصل کریں)

غور و فکر کے لئے ہونا اور عقل والوں کی خصوصیت اس کی رہنمائی کرتی ہے۔ ابو نعیم وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے :۔

القرآن ذلول ذو وجوہ فاحملوہ علی احسن وجوھہ (قرآن شریف نرم ہے کئی کئی احتمال رکھتا ہے تو اس کو بہترین احتمال پر محمول کرو)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو حضور نے دعا دی ہے۔ اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل (اے اللہ اس کو دین کی سمجھ عطا فرمایئے اور قرآن شریف کی وضاحت سکھلا دیجئے)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ لوگوں کو کوئی خصوصی چیز بتائی ہے فرمایا ہمارے پاس اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے جو صحیفہ مبارکہ میں ہے یا وہ سمجھ جو انسان اللہ کی کتاب کے باب میں دیا جاتا ہے۔"

ان آیات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ منقول تفسیر نہ ملے وہاں غور و فکر اور عقل سلیم سے کام لینا جائز ہے۔ لیکن کئی ایک حدیثوں سے غیر منقول تفسیروں کا ناجائز اور خطرناک ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ترمذی میں حدیث حسن کہہ کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار وفی روایۃ من قال فی القرآن برایہ	جو شخص قرآن شریف میں بغیر علم کے کچھ کہے گا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ بنائے اور ایک روایت میں یہ ہے جو قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ بنا لے۔

ابو داؤد میں اور ترمذی میں حسن غریب کہہ کر حضرت جندب بن عبداللہ سے یہ حدیث روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :۔

من قال فی کتاب اللہ عزوجل جس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں

برایہ، فناصاب — اپنی رائے سے کچھ کہا اور صحیح
فقد اخطاء — بھی کہا تو اس نے بھی غلطی کی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے آیت وَفَاکِھَۃً وَّ اَبًّا کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا:۔

"کون آسمان مجھ پر سایہ ڈالے گا اور کون زمین مجھ کو اٹھائے گی جب میں اللہ کی کتاب میں بغیر علم کے کچھ کہہ دوں گا۔ (خازن)

یہ حدیثیں بظاہر اوپر کی آیات و احادیث کے خلاف معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن صحیح غور و خوض بتا دے گا کہ خلاف نہیں بلکہ آیات کی وضاحت ہیں ان میں وہ مضمون صاف ہے۔ جس کو آیت کریمہ کے حل میں پیش کیا جا چکا ہے۔ کہ احاطۂ علمی اور منقولات کے بغیر یا ان کے خلاف کچھ معنی لینے سے خطا اور جہنم ہے۔ اپنی رائے سے کہنا رائے محض سے کہنا بے علمی سے اور خلاف منقول کہنا ہے جو خطا جہنم کا سبب ہے۔ امام بیہقیؒ کہتے ہیں کہ رائے وہ ہے جو بغیر کسی دلیل کے دل پر غالب ہو۔ ورنہ جس کو عقلی و نقلی دلائل کی تائید حاصل ہو وہ جائز ہے

(بذل المجہود ج ۴ ص ۳۲۵)

علامہ ابن جریر طبری نے آیات و احادیث نقل کرنے کے بعد جو حاصل بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ارشادات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ بعض احکام تو وہ ہیں جن کی وضاحت سوائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے اور کسی صورت حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔ تمام امر و حکم واجب ہوں یا مستحب یا ترغیب تمام ممانعتیں خواہ کسی درجہ کی ہوں۔ تمام حقوق، تمام وہ حدود جن سے کمی بیشی حلال نہیں۔ تمام فرائض کی تشکیلات اور تمام مقداریں جو مخلوقات کے لئے لازم ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان میں بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت کے کوئی بات کہنا جائز ہی نہیں۔ حضورؐ کے صاف اور صریح ارشادات ہوں یا دلالت النص۔ اور بعض احکام وہ ہیں کہ ان کی وضاحت سوائے حق تعالیٰ کے اور کوئی بھی نہیں جان سکتا۔ وہ حادثات کے اوقات کی خبریں اور آنے والے واقعات کی اطلاعیں ہیں۔ جیسے قیامت، نفخ صور، نزول عیسیٰؑ وغیرہ اور بعض احکام وہ ہیں۔ جن کی وضاحت ہر وہ شخص جان سکتا ہے۔ جس کو اس زبان میں مہارت ہو جس میں قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ یہ وہ ہیں، جو الفاظ غیر مشترکہ اور صفات خاصہ سے وارد ہیں (تفسیر ابن جریر ج ۱ ص ۲۵ تا ۲۱)

مسئلہ (۸)

کذٰلک میں کاف تشبیہ ہے۔ ذٰلک کا اشارہ کذبوا الخ پہلے جملے کے مضمون یعنی تکذیب بما لم یحیطوا بعلمہ ولما یاتھم تاویلہ پر ہے۔ اس کے سوا اور احتمال ہی نہیں۔ کیونکہ تکذیب مشبہ ہے۔ تو مشبہ بہ اس کے ہم جنس ہونا ضروری ہے اس لئے معنی یہ ہوئے کہ جس طرح یہ لوگ احاطۂ علمی اور وضاحت سے پہلے تکذیب کرتے ہیں۔ اسی طرح قبل علم و وضاحت ان کے پہلے کے لوگوں نے تکذیب کی ہے پھر بجائے من قبل کے قبلھم سے اشارہ کرتا ہے کہ ان

کو اُن سے اور اُن کو ان سے مناسبت ہونے کی وجہ سے وہ ان سے پہلے کے لوگ کہلائیں گے۔ گو سب موجودین عصر سے پہلے کے ہیں پھر کوئی خصوصیت ایک دو کی نہیں۔ ان کے پہلے کے ہم مشرب لوگ فانظر کی ف جو اپنے پہلے کو پچھلے کا سبب بنا دیتی ہے بتاتی ہے کہ ان اگلے پچھلے لوگوں کے ہم تکذیب ہونے کے سبب آپ دیکھئے کیسا انجام ہے ان کا عاقبۃ ہر عقب میں آنے والی چیز ہوتی ہے دنیا کی ہو یا آخرت کی اور بجائے عاقبتہم (ان کا انجام) کے عاقبۃ الظالمین (ظلم والوں کا انجام) فرما کر ان کا ظالم ہونا ظاہر فرمایا ہے اور کیف استفہام کیفیات ہے اس انجام کے ہولناک ہونے کو مبہم کرکے اشارہ فرمایا ہے کہ ایسا ہولناک انجام ہے کہ اس کی حقیقت تک فہموں کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ اس طرح اب یہاں چند امور حاصل ہوئے۔

(الف) یہ لوگ اور پہلے کے ان سے مناسبت رکھنے والے تکذیب و کفر میں ایک دوسرے جیسے ہیں جس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے کہ الکفر ملۃ واحدۃ (کفر ایک مذہب ہے) یعنی غیر مسلم سب ایک اور اسلام و مسلم کے دشمن ہیں۔

(ب) ان سب کے ایک دوسرے کی طرح تکذیب وغیرہ کرنے کی وجہ سے آپ پہلوں کے انجام کو دیکھئے۔ یعنی جب دونوں صفت تکذیب میں شریک ہیں۔ تو ان کے انجام کو دیکھ کر ان کے لئے بھی وہی انجام ثابت مانیئے۔ اسی کو شرعی قیاس کہتے ہیں۔ کہ علت کے مشترک ہونے پر حکم کو مشترک ثابت کیا جائے تو حضور کو قیاس کا حکم ہے امت میں جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قیاس و اجتہاد

کو جائز نہیں قرار دیتے اس آیت سے بھی ان کا رد ہوتا ہے۔

(ج) ظلم کسی شے کو بے جگہ رکھنے کا نام ہے جس کے بہت درجے ہیں۔ جو برتاؤ خدا تعالیٰ کے ساتھ چاہئے غیر کے ساتھ کرنا جو غیر کے ساتھ چاہئے تھا۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ کرنا ظلم کا اعلیٰ ترین فرد ہے

ان الشرک لظلم عظیم

آیت اس کی دلیل ہے۔ اس لئے ظالم کافر کے معنی میں بھی ہوتا ہے کیونکہ سب سے بڑا ظالم وہی ہے اور یہاں ہولناک انجام کے ساتھ ہونے سے یہی مراد ہونا ضروری ہے تو ظالمین سے ان کے کافر ہونے کو بیان فرمایا ہے اب دلیل یوں بن گئی۔ پہلوں کی طرح یہ بھی تکذیب والے ہیں اور تکذیب والے کافر ہیں اور دنیا و آخرت میں ہولناک انجام یعنی عذاب والے ہیں۔ اس لئے یہ بھی عذاب والے ہیں۔ اس سے وہ تمام مسئلے نکل آئے جو فقہائے کرام نے کسی مسلمان کے اقوال و افعال سے کفر لازم آجانے اور کافر ہو جانے کے بیان میں ذکر کئے ہیں کیونکہ قرآن شریف بلکہ ایک ایک لفظ بھی یا دلالت النص سے جو جو اس کے حکم میں آجائیں سب کی تکذیب یا جو جو بات تکذیب کے حکم میں دلالت النص سے آجائے سب کفر اور عذاب کا ذریعہ ہیں۔

والله تعالیٰ اعلم

• • •

بسلسلۂ ادعیہ

بادل کی گرج

اور بجلی کی کڑک کے وقت یہ دعا پڑھیں

رَبَّنَا لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ

اے پروردگار ہمیں اپنے غصہ سے قتل نہ کر اور اپنے عذاب سے ہلاک نہ کر اور پیشتر اس کے کہ تو ہم پر ناراض ہو۔ ہمیں عافیت عطا کر!

بقیہ قرآن یاد کرنے کی دعاء
(صفحہ سے آگے)

اے حسنؓ کے باپ اس عمل کو تین پانچ یا سات جمعہ جاری رکھئے انشاء اللہ تیری دعا قبول ہوگی۔ قسم ہے اس ذات کی کہ جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا یہ دعا مومن سے کبھی غلط نہیں جاتی۔

ابن عباسؓ نے فرمایا خدا کی قسم پانچ یا سات دن نہیں گزرنے پائے تھے کہ حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے ویسی ہی مجلس میں اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سے پہلے چار آیتیں یاد نہیں کر سکتا تھا اور

اسی طرح جب میں یاد کرتا تھا تو بھول جاتی تھیں لیکن آج میں چالیس آیتیں یاد کر لیتا ہوں یا زیادہ ان کی پھر جب میں اُن کو پڑھتا ہوں تو گویا اللہ کی کتاب میری آنکھوں کے سامنے ہوتی ہے اور بیشک میں حدیث سنتا تھا پھر جب دوبارہ پڑھتا تو بھول جاتی تھی اور آج میں بہت حدیثیں سنتا اور یاد رکھتا ہوں اور جب بیان کرتا ہوں تو ایک حرف بھی کم بیان نہیں کرتا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے حق میں فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم حسنؓ کا باپ مومن ہے یعنی علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ (جامع ترمذی فی دعاء الحفظ ابواب الدعوات مستدرک حصن حصین)

قرآن اور پاکستان

از حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی مدظلہم العالی

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝

چند ذہنی سوالات و شبہات

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس وقت پاکستان جس نازک دور سے گذر رہا ہے وہ سخت پریشان کن ہے جس کی وجہ سے بعض لوگوں کے دلوں میں اس قسم کے سوالات پیدا ہونے لگے ہیں کہ پاکستان کے وجود سے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا؟ پاکستان بننے سے پہلے مسلمانوں کی ذہنی اخلاقی اور اقتصادی حالت کیسی تھی؟ پاکستان بننے کے بعد اس میں ترقی ہوئی یا تنزل ہوا؟ پاکستان کا مستقبل روشن ہے یا تاریک؟ کیا پاکستان میں کسی جدید انقلاب کے نمودار ہونے کا خطرہ ہے؟ پاکستان کے موجودہ امراض کا علاج کیا ہے؟ دنیا میں خصوصاً عالم اسلام میں پاکستان کی ساکھ قائم ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ یہ سوالات اور اس قسم کے دوسرے خیالات لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو رہے تھے۔ مگر حکومت کی طرف سے خاموشی ہی خاموشی تھی جس سے یہ گمان ہونے لگا تھا کہ ہمارا برسر اقتدار طبقہ انجام کی طرف سے بالکل غافل ہے اسے کچھ خبر نہیں کہ پاکستان ترقی کر رہا ہے یا تنزل کی طرف جا رہا ہے۔ پاکستان کے باشندے اپنے مستقبل کی طرف سے مطمئن ہیں۔ یا پریشان! مقام شکر ہے کہ یہ گمان غلط ثابت ہوا حکومت نے اسلامک سیمپوزیم کو دعوت دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ پاکستان کی ترقی و تنزل اور مستقبل کی طرف سے غافل نہیں۔ اس کو نزاکت حال کا احساس ہے اور اس کے علاج کا بھی فکر ہے اس لیے ہمارا فرض ہے کہ حقیقت حال کو صاف صاف بیان کر کے اس مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کریں جس کے لئے یہ اجتماع بروئے کار لایا گیا ہے۔

پاکستان سے قبل مسلمانوں کی حالت

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وجود پاکستان سے پہلے متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کی ذہنی و اخلاقی اور اقتصادی حالت اچھی تھی۔ مگر سیاسی حیثیت سے وہ محض ایک اقلیت تھے اس لئے قوی اندیشہ تھا کہ وہ متحدہ ہندوستان میں کمزور سے کمزور تر ہو جائیں گے۔ اسی لئے حصول پاکستان کی جد و جہد کی گئی۔ تاکہ اُن کا دین۔ مذہب۔ تمدن۔ کلچر۔ زبان محفوظ رہے۔ وجود پاکستان سے ایک نئی اسلامی سلطنت نقشۂ عالم پر ظہور پذیر ہو گئی جو بقیہ تمام اسلامی سلطنتوں میں سب سے بڑی ہے۔ اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پاکستان بننے کے وقت پاکستانی مسلمانوں میں بہت زیادہ اتفاق و اتحاد تھا۔ ہر شخص خلوص دل سے پاکستان کی ترقی میں کوشاں تھا۔ ذاتی مفاد کو پاکستان کے مفاد پر قربان کر رہا تھا۔ عصبیت۔ جنبہ داری اقربا نوازی۔ دغا۔ فریب۔ رشوت وغیرہ سے احتراز کیا جا رہا تھا۔ شعائر اسلام کا احترام تھا۔ اور پاکستان کو حقیقی معنی میں اسلامی مثالی حکومت بنانے کا جذبہ ترقی پر تھا۔ جسکے نتیجہ میں قرارداد مقاصد دنیا کے سامنے آگئی اور دیکھتے ہی دیکھتے دو تین سال کے عرصہ میں پاکستان نے وہ مقام حاصل کر لیا جو دوسری سلطنت دس سال میں بھی حاصل نہ کر سکتی تھی۔ حالانکہ ابتدا میں پاکستان کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ مگر اتحاد و اتفاق اور خلوص و اخلاص اور شعائر اسلام کے احترام نے مشکلات کے باوجود پاکستان کو دن دونی رات چوگنی ترقی سے ہمکنار کر دیا۔ ہمارا ہمسایہ ملک مرعوب تھا اور پاکستان کی قوت و طاقت کا لوہا مان چکا تھا۔ قائد ملت کی کوشش تھی کہ تمام ممالک اسلامیہ باہم متحد ہو کر یک جان ہو جائیں اگر وہ اس مقصد میں کامیاب ہو جاتے تو آج دنیا بجائے دو کیمپوں میں تقسیم ہونے کے تین کیمپوں میں تقسیم ہو جاتی۔ مسلمان و امریکہ و روس، مگر افسوس اب ہم بجائے مستقل کیمپ ہونے کے انہی دو کیمپوں میں سے کسی ایک میں شامل ہونے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔

پاکستان کی موجودہ حالت

لوگ کہتے ہیں پاکستان ترقی کر رہا ہے۔ اور ترقی کے نشانات میں کاغذ مل جوٹ مل۔ شوگر مل۔ سوئی گیس اور کوٹری بیراج کا نام لیا جاتا ہے۔ مگر مبصرین کی نظر میں یہ ایسی ترقی نہیں جس پر ناز کیا جائے۔ کیونکہ دوسری طرف وہ ہندوستان کو مسئلہ کشمیر میں پہلے سے زیادہ بیباک اور دلیر پاتے ہیں۔ پاکستان کی کیبنٹ میں آئے دن تبدیلی سے دنیا ہمارا مذاق اڑا رہی ہے۔ دستور آٹھ سال تک مکمل نہیں ہوا جس کی وجہ سے مکمل آزادی کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکا۔ پاکستان میں اس وقت کوئی ایسا لیڈر نہیں جو قوم کا محبوب ہو۔ جس کے ایک اشارہ پر قوم ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار ہو جائے۔ حکومت اور رعیت میں وہ ارتباط نہیں جس سے دوسرے مرعوب ہوں۔ رعیت کا دور دورہ ہے۔ اتحاد و اتفاق۔ ہمدردی و اخوت مفقود ہے۔ ہر شخص کو اپنا ذاتی مفاد پیش نظر ہے۔ پاکستان کی بربادی یا آبادی سے کچھ غرض نہیں۔ اقتصادی اعتبار سے بھی اکثریت تنزل ہی میں ہے ایک خاص طبقہ کلیدی اسامیوں پر قابض ہے۔ اقربا نوازی، جنبہ داری۔ صوبائیت سے کام ہو رہا ہے۔ اہلیت اور قابلیت کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ جس کے پاس کچھ وسائل ہیں وہ کامیاب ہے۔ اگرچہ نالائق ہو۔ جس کے پاس وسائل نہیں وہ ناکام ہے۔ گو کیسا ہی قابل ہو۔ زمام اقتدار اُن لوگوں کے ہاتھ میں ہے جنہوں نے حصولِ پاکستان کے لئے کچھ بھی جد و جہد نہیں کی بلکہ بعض تو اس نظریہ ہی کے خلاف تھے۔ ظاہر ہے کہ ان لوگوں کو پاکستان کا درد نہیں ہو سکتا۔ نہ اُن کو اس مقصد سے ہمدردی ہو سکتی ہے۔ جس کے لئے پاکستان حاصل کیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دو تین سال کے اندر متعدد انقلابات سے پاکستان کو دوچار ہونا پڑا۔ اگر یہی لیل و نہار ہیں۔ تو مستقبل روشن نہیں بلکہ سخت تاریک ہے اور ہر دم جدید انقلاب کا خطرہ لگا ہوا ہے۔

آسمانی آفتیں

قدرت آسمانی آفتوں سیلاب وغیرہ کے ذریعے ہم کو بار بار متنبہ کرتی ہے مگر کوئی نہیں سمجھتا کہ یہ آفتیں ہماری شامت اعمال کا نتیجہ ہیں۔ ان کو محض اتفاقات پر محمول کر لیا جاتا ہے حالانکہ قرآن میں صاف صاف کہہ دیا گیا ہے کہ جو مصیبت بھی آتی ہے ہمارے اعمال کی وجہ سے آتی ہے

وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر ۝ وما انتم بمعجزین فی الارض وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر ۝

حضرات! میں آپ کو بتلا دینا چاہتا ہوں، کہ ہندوستان میں سیلاب کی تباہ کاریوں کا واحد سبب حیدر آباد جونا گڑھ اور کشمیر پر اس کا ناجائز قبضہ ہے اور مسلمانان ہندوستان پر ظلم و ستم ہے۔ وہ اس ظلم سے باز آجائے تو یہ مصیبت خود ہی ٹل جائے گی۔ اور پاکستان میں سیلاب وغیرہ کی تباہ کاری کا واحد سبب وہ

وعدہ خلافی ہے جو دستور اسلامی اور قانون شرعی کے اجراء میں تاخیر کی جارہی ہے۔ پاکستان میں آج قانون شرعی کا اجراء کر دیا جائے۔ شراب خانے قحبہ خانے سینما اور فلم سازی۔ بے حیائی۔ بے پردگی رشوت و ظلم وغیرہ وغیرہ بند کر دئے جائیں اسی وقت یہ آفتیں دور ہو جائیں گی۔ خدا کو ناراض کرکے ہم جتنی بھی ترقی کریں گے وہ دم کے دم میں اس کو ملیا میٹ کرکے رکھ دے گا۔ مگر افسوس ہے کہ آج ہم خدا کی قدرت کو بھلا بیٹھے ہیں۔

سورت کی تفسیر

اس تمہید کے بعد میں اس سورۃ کی تفسیر کرنا چاہتا ہوں جو میں نے شروع میں تحریر کی ہے۔ جس میں بہت اختصار کے ساتھ بڑے بلیغ عنوان سے مسلمانوں کو سہل راستہ بتلایا گیا ہے جس پر چل کر وہ بہت جلد کامیاب ہو جائیں اور ان کے دشمن ناکام و دُم بریدہ ہو جائیں۔

یہ بات خیال میں رکھی جائے کہ اس سورۃ کا نزول منیٰ میں ہوا ہے جہاں حج کے موقعہ پر ہر طرف کے آدمی جمع ہوتے ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ اس سورت کے مضمون کو ایسے اجتماعات میں ضرور بیان کیا جائے جہاں ہر طرف کے نمائندے جمع ہوں۔ تاکہ وہ اطراف عالم کے مسلمانوں میں اس کو پھیلائیں اور اس پر عمل کرنے کے لئے سب کو ابھاریں۔ کسی بات کو پھیلا دینا ہی کافی نہیں۔ بلکہ اس پر عمل کرنا اور ساری قوم کو مل کر عمل کرنا ضروری ہے۔ اسی وقت ثمرہ مرتب ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس اجتماع میں شریک ہونے والے ارکان کو سب سے پہلے اس سورت کے مضمون پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔ پھر قوم میں پوری طرح اشاعت کرکے اس کو بھی اس پر عمل پیرا کرنا چاہیئے۔ ورنہ محض تقریر و گفتار پر کفایت کرکے اجتماع کو ختم کر دینا "نشستند و گفتند و برخاستند" کا مصداق ہوگا۔ جیسا کہ آجکل ہمارے اکثر اجتماعات کا یہی حشر ہو رہا ہے۔ اسی لئے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔

اب سنیئے اس سورت میں تین آیتیں ہیں۔ دو آیتوں میں طریق عمل بتلایا گیا ہے۔ تیسری میں ثمرہ اور نتیجہ کا ذکر ہے۔ پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اے رسول ہم نے آپ کو بہت بڑی خیر دی ہے جس سے قرآن کریم مراد ہے۔ دوسری آیت کا ترجمہ ہے کہ پھر آپ اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔ تیسری آیت کا ترجمہ ہے کہ یقیناً آپ کا دشمن ہی دم بریدہ بے نام نشان ہے (آپ ان اعمال کے ساتھ ناکام نہیں ہو سکتے)

(تفسیر پہلی آیت) قرآن کریم سب سے بڑی خیر ہے

پہلی آیت میں قرآن کو سب سے بڑی خیر کہا گیا ہے۔

مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس کے متعلق اپنے عقیدہ کو پختہ کریں۔ قرآن ہی کو بڑی خیر سمجھیں اور عقیدہ وہی پختہ ہے جس کا ثبوت عمل سے بھی ہو رہا ہو۔ حکومت پاکستان کو اپنے عمل سے اس کا ثبوت دینا چاہیئے کہ اس کے نزدیک قرآن ہی سب سے بڑی خیر ہے۔ انسان جس چیز کو سب سے بڑی خیر سمجھتا ہے اس کا اہتمام و احترام سب سے زیادہ اور سب سے پہلے کرتا ہے۔ اگر ہم واقعی قرآن کو سب سے بڑی خیر سمجھتے ہیں۔ تو ہم کو اس کی تعلیم و تحصیل اور تحقیق اور تدبیر کا سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اہتمام کرنا چاہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

یرفع اللہ بہ اقواما ویضع بہ اٰخرین

کہ قرآن کی وجہ سے حق تعالیٰ بہت سی قوموں کو رفعت و بلندی عطا فرماتے ہیں (جو اس کو سب سے بڑی خیر سمجھ کر اس کے سمجھنے اور اس کے موافق عمل کرنے کا اہتمام کرتی ہیں) اور بعض قوموں کو پستی اور ذلت کی طرف پہنچا دیتے ہیں۔ (جو قرآن کو پس پشت ڈال کر دوسرے علوم کو مقدم کرتے اور اُن کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں)

حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے پاس جب کوئی مسجد میں آکر بیٹھتا تو اس سے یہ دریافت کیا کرتے تھے کہ تمہارے پاس قرآن کا کتنا حصہ ہے؟ تاکہ ہر شخص سے اس درجہ کے موافق برتاؤ کیا جائے۔ اُن کے نزدیک فضیلت کا معیار قرآن ہی تھا۔ جس کو جتنا حصہ قرآن سے حاصل ہوتا اسی کے موافق اس کی عزت کی جاتی تھی آجکل معاملہ برعکس ہے فضیلت کا معیار ہی بدل گیا جو اصلی معیار تھا اس کو نہ صرف بھلا دیا گیا بلکہ اس کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے اسلاف نے کتاب الٰہی کی پوری عظمت و عزت کی تھی تو خدا نے بھی ان کو وہ عزت و شوکت دی جس کی نظیر تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ جب سے ہم مسلمانوں نے قرآن کی عظمت اپنے دلوں میں کم کر دی۔ خدا نے بھی ہماری عزت دنیا والوں کے دلوں سے نکال دی ؎

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

الٓمٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ (سورۃ البقرۃ پارہ ۱ رکوع ۱)

یہ کتاب کامل ہے اس میں ذرا بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ جن کے دل پر اللہ کا خوف ہے ان کے لئے ہدایت ہے

قرآن منضبط حجت ہے۔ ہمیشہ رہنے والا معجزہ ہے یہ ہم کو انسان کی ابتداء و انتہاء کی خبر دیتا ہے یہ بتلاتا ہے کہ انسان کیا ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ کیوں آیا ہے؟ اس کی ڈیوٹی کیا ہے؟ کہاں جانے والا ہے؟ نیک انجام اور بد انجام سے خبردار کرنے والا ہے۔ قوموں کے تنزل و ترقی کے اسباب کو روشن دلائل سے بیان کرتا ہے۔ چھپے ہوئے بھیدوں کو ظاہر کرتا ہے۔ جس نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اس نے نجات پائی۔ نفع حاصل کیا۔ دنیا میں بھی چین پایا مرنے کے بعد بھی راحت سے ہمکنار ہوا جو اس سے ہٹ گیا۔ پشیمان ہوا۔ خدا سے الگ ہو گیا اور اپنے آپ کو بھی بھول گیا۔ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ جو اس پر عمل کرتا ہے خدا اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جس کے ساتھ خدا ہو اس کی کامیابی میں کیا شبہ ہے؟ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝

قرآن مجید کے ساتھ روحانیت زندہ ہے

بزرگو! جب تک قرآن دنیا میں موجود ہے روحانیت باقی رہے گی اگر یہ اٹھا لیا گیا جیسا حدیث میں آیا ہے۔ کہ ایک دن قرآن دنیا سے اٹھا لیا جائیگا اس وقت دنیا مادیت سے بھر جائے گی اور مخلوق گمراہی میں بھٹکتی اور راہ حق سے بہکتی رہے گی۔ آجکل سب مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اس وقت وہ روحانیت باقی نہیں رہی جو پہلے تھی۔ بلکہ مادیت کا غلبہ ہے۔ مگر کسی کو اصل حقیقت کا پتہ نہیں کہ روحانیت کا سرچشمہ کہاں ہے؟ ایک زمانہ میں قرآن کے سمجھنے والے بھی زیادہ تھے پڑھنے والے اور عمل کرنے والے بھی بہت تھے۔ اس وقت کا تو پوچھنا ہی کیا؟ اس کے بعد دوسرا زمانہ آیا جس میں سمجھنے والے عمل کرنے والے کم اور پڑھنے والے زیادہ تھے۔ اس وقت بھی مسلمانوں کی حالت آج سے بہتر تھی۔ اب یہ تیسرا زمانہ ہے کہ قرآن کے سمجھنے والے بھی کم، عمل کرنے والے بھی کم اور پڑھنے والے بھی کم ہیں۔ بلکہ بعضے تو اس کے پڑھنے پڑھانے کو بے فائدہ سمجھتے ہیں۔ تو کیا ہم ابھی اس بے توجہی اور بے پروائی سے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن کی ضرورت نہیں رہی اور اس کو اٹھا لیا جائے؟ مگر یاد رکھو اگر خدا نے قرآن کو دنیا سے اٹھا لیا تو مسلمانوں کی کچھ بھی ہستی اور قیمت باقی نہ رہے گی۔ مجھے امید نہیں ہے کہ کوئی مسلمان بھی اس کو گوارا کر سکتا ہے کہ قرآن دنیا سے اٹھا لیا جائے۔

قرآن کریم کی طرف سب کو توجہ کرنی چاہیئے

پھر سب کو مل کر اس کی طرف توجہ کرنی چاہیئے جس کا طریقہ خود قرآن ہی نے بتلا دیا ہے:-

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ
يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ
وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ
يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ:- جیسا ہم نے تمہارے اندر تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہارے سامنے ہماری آیات تلاوت کرتا ہے اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تم کو کتاب اللہ کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت کی باتیں سکھلاتا ہے اور تم کو وہ باتیں بتلاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

اس میں قرآن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند فرائض بتلائے گئے ہیں (۱) تلاوت آیات (۲) تزکیہ ظاہر و باطن (۳) کتاب اللہ کی تعلیم (۴) حکمت کی تعلیم (۵) ایسی باتیں بتلانا جو بغیر آپ کے بتلائے کوئی بھی قرآن سے نہ سمجھ سکتا تھا۔ اگر ہم قرآن پر توجہ کرنا چاہتے ہیں تو ان پانچوں اجزاء کو جمع کرنا چاہیئے

تلاوت قرآن کا اہتمام کرنا چاہئے۔ سرکاری اسکولوں میں قرآن کی صحیح تلاوت کا انتظام کیا جائے اس کو بیکار نہ سمجھنا چاہئے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے آیات قرآن کی تلاوت ہی کا فرض ادا کیا ہے اور تجربہ کرکے دیکھ لیا جائے کہ صرف قرآن کی تلاوت سے بھی دل کو راحت اور سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ ذکر اللہ کی اعلیٰ فرد ہے اور ذکر اللہ سے قلوب کو اطمینان حاصل ہونا قرآن کا دعویٰ ہے اور خدا کی بات اٹل ہے۔ اس کا خلاف ناممکن ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ یہ تو سمجھدار آدمی کی تلاوت کا فائدہ ہے۔ اور بچوں کو ابتدا میں قرآن پڑھانے سے اُن کا ذہن تیز اور صاف ہوتا ہے بچپن ہی سے ان کو کتاب اللہ کے ساتھ تعلق ہوگا تو ان کے دل میں جذبۂ دینی جڑ پکڑ لے گا۔ اس کے بعد تعلیم قرآن کا اہتمام کیا جائے۔ اس کے معانی و مطالب سے اسکولوں اور کالجوں کے طلبہ کو باخبر کیا جائے جس کے لئے ماہران تعلیم قرآن کی خدمات حاصل کی جائیں سرکاری ملازموں اور حکمران طبقہ کے لئے بھی انتظام کیا جائے کہ وہ بھی معانی و مطالب قرآن سے واقف ہوں اور یہ واقفیت صرف ترجموں اور تفسیروں کے مطالعہ سے حاصل نہ ہوگی۔ باقاعدہ پڑھنے سے ہوگی حدیث میں ہے:

اِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ علم تو سیکھنے سے آتا ہے۔

تجربہ شاہد ہے کہ از خود ترجمے دیکھنے سے نہ کوئی جج بن سکتا ہے نہ ڈاکٹر نہ طبیب اور نہ بیرسٹر ہر علم باقاعدہ سیکھنے ہی سے آتا ہے۔ بغیر استاد کے تو قرآن کا صحیح پڑھنا بھی نہیں آتا سمجھنا تو بہت دور ہے اور اس سے وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ کے تعارض کا شبہ نہ کیا جائے۔ کیونکہ کسی چیز کے آسان ہونے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس کے لئے ارادہ اور ہمت اور طلب اسباب کی بھی ضرورت نہ ہو۔ قرآن کریم قوم عرب کی زبان میں ہے مگر ان کو بھی تعلیم رسول کی احتیاج تھی۔ اسی لئے یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا کے بعد وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ فرمایا گیا ہے اور بھلا جس کو قرآن کی حقیقت ہی معلوم نہیں نہ اس کے نازل ہونے کو جانتا ہے نہ نازل کرنے والے کو پہچانتا ہے نہ اس کو جس پر قرآن نازل ہوا وہ قرآن کو کیا سمجھے گا۔

قرآن ایک بحر محیط ہے جس کے کناروں پر عنبر و اگر ہر قسم کی خوشبوئیں ہیں اس کے درمیانی جزیروں میں قسم قسم کے جواہرات ہیں۔ قرآن کا ایک ظاہر ہے ایک باطن۔ ایک حد ہے ایک مطلع۔ ان ہی چار بنیادوں پر قرآن کا سمجھنا موقوف ہے۔ ظاہر تو یہی عبارت ہے جو نازل کی گئی۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ باطن وہ ہے جس کو تفسیر کہا جاتا ہے۔ جیسا حدیث میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے حق میں یہ دعا کی تھی۔

اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْهُ تَاْوِیْلَ الْكِتَابِ
اے اللہ! ان کو دین کی سمجھ دے اور کتاب اللہ کی تفسیر کا علم۔

یہ دعا قبول ہوئی اور عبداللہ بن عباسؓ حبر الامۃ اور ترجمان القرآن کے لقب سے ممتاز ہوئے۔

حد وہ مقام ہے جہاں سمند عقل کی باگ روک دینا اور ٹھہر جانا ضروری ہے ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن!

یہی وہ موقعہ ہے جو تشبیہ اور تعطیل کو الگ الگ کر دیتا ہے کہ انسان نہ تو خدا کو مخلوق کے مشابہ سمجھے نہ صفات سے خالی اور معطل۔

مطلع وہ دروازہ ہے جس سے کشف والہام غیبی اور روحانی روشنی حاصل ہوتی ہے جو سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی اور آپ کے بعد اس عالم مومن کو اس سے حصہ ملتا ہے جو تقویٰ کے ساتھ کمال اتباع سنت سے رنگا ہوا ہو۔

قرآن کی حقیقت کو وہی جان سکتا ہے جس کو الہام اور مشاہدہ سے حصہ ملا ہو جس کا دل تمام روگوں سے صحیح سالم اور سچا تابع دار ہو کر اللہ کے آگے جھک گیا ہو۔ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ۝
بے شک قرآن میں اس شخص کیلئے نصیحت ہے جسکے پاس (اچھا) دل ہو یا توجہ کے ساتھ (اہل دل کی باتوں کی طرف) کان جھکا دے۔

قرآن سمجھنے کا پہلا درجہ یہ ہے کہ قرآن کی عبارت کو سمجھے زبان عربی کے قواعد نحو و بلاغت وغیرہ سے واقف ہو۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ علم تفسیر میں مہارت حاصل کرے تفسیر کی بنیاد عبارت قرآن ہی ہے اس لئے صحیح تفسیر عبارت کی موافقت سے باہر نہیں ہو سکتی ورنہ قرآن کا مطلب کچھ سے کچھ ہو جائے گا اور ہر شخص جو چاہے گا مطلب بنا لے گا۔ جیسا آج کل بعض مدعیان فہم قرآن کی تفسیروں کا حال ہے کہ وہ عبارت قرآن ہی کو نہیں سمجھتے۔ اور ایسی تفسیر کرتے ہیں جو عبارت قرآن سے اصلاً موافقت نہیں کرتی۔ تیسرا درجہ میانی ہے یعنی اس حد کو معلوم کرنا جو قرآن کی ظاہری عبارت اور باطنی تفسیر کو جامع اور تشبیہ و تعطیل وغیرہ سے مانع ہے۔ چوتھا درجہ یہ ہے کہ قرآن کو نور تقویٰ کے ساتھ مطالعہ کیا جائے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ نور سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ تو سب سے پہلے اُس تفسیر کو معلوم کرنا ضروری ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث میں منقول ہے۔ اسی راستہ سے یہ نور حاصل ہوتا ہے۔ جو متقی علماء کے سوا کسی کے پاس نہیں پایا جاتا۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَیُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ۔

تفسیر رسول کے خلاف قرآن کی نئی تفسیر مقبول نہیں ہے

قرآن میں جو کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "کتاب اللہ" کے ساتھ حکمت کی بھی تعلیم دیتے ہیں۔ اس سے مراد وہی علوم ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن سے سمجھے ہیں۔ جن کو دوسرے نہیں سمجھ سکتے تھے۔

وَیُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝

اب جو لوگ تفسیر رسول کے خلاف قرآن کی نئی تفسیر کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو رسول کے برابر یا ان سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔ ان کو اپنے ایمان کی خیر منانا چاہئے۔ تعلیم قرآن کے ساتھ ساتھ خود کو اور اپنے طلبہ کو تقویٰ اور پاکیزہ اخلاق کا عادی بنانا چاہئے جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو متقی اور پاکیزہ اخلاق۔ نیک کردار خوش اطوار بنا دیا تھا۔ اگر قرآن کو سمجھ کر پڑھا اور پڑھایا جائے تو اس سے خوف خدا ضرور پیدا ہوگا۔ جس کا لازمی نتیجہ تقویٰ اور پاکیزگی اخلاق ہے۔

تفسیر دوسری آیت نماز

دوسری آیت میں اوّل نماز کا حکم ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ اہل علم جانتے ہیں کہ عربی زبان میں حرف فا ترتیب کے لیے آتا ہے جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اگلا مضمون پہلے مضمون پر مرتب ہے۔ اس میں بتلایا گیا ہے کہ جب ہم نے تم کو اتنی بڑی خیر دی ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے رب کے لیے نماز پڑھو۔ یہ قرآن کا بھی تقاضا ہے۔ چنانچہ قرآن میں سینکڑوں جگہ نماز کی تاکید آئی ہے اور امت کا بھی اتفاق ہے کہ طاعات بدنیہ میں سب سے افضل اور سب سے مقدم نماز ہے۔ یہی ایمان کا تقاضا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کے معنی یہی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تنہا وہی عبادت کے لائق ہے تو ہر مسلمان کو عمل سے اس کا ثبوت دینا چاہئے کہ وہ اللہ ہی کی عبادت کرتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ نماز کی پابندی کی جائے۔ نماز ہی سے اسلام ظاہر ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں صاف اعلان ہے کہ ہمارے اور مشرکین و کافروں کے درمیان امتیاز پیدا کرنے والی چیز نماز ہی ہے۔ جو مسلمان نماز نہیں پڑھتا اس کا ظاہر کافروں سے ممتاز نہیں۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہے:

لَا خَیْرَ فِیْ دِیْنٍ لَا صَلٰوۃَ فِیْهِ

جس کے دین کے ساتھ نماز نہ ہو اس میں کچھ خیر نہیں۔

نماز سے دل کو راحت اطمینان اور قوت حاصل ہوتی ہے۔ وہ بے حیائی اور برے کاموں سے روک دیتی ہے بشرطیکہ اللہ کے واسطے نماز ہو یعنی اس طرح ادا کی جائے کہ جس کو دیکھ کر ہر شخص محسوس کرے کہ یہ اللہ کے لئے نماز پڑھ رہا ہے۔ افسوس ہے کہ

مسلمانوں نے نماز کی طرف سے توجہ ہٹالی ہے۔ بہت سے تو نماز پڑھتے ہی نہیں اور جو پڑھتے ہیں۔ وہ بھی اس طرح نہیں پڑھتے۔ جیسی اللہ کے لئے نماز پڑھنی چاہیئے نہ خشوع ہے نہ خضوع، نہ دل کو نماز کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔ نماز میں علاوہ انفرادی مصالح کے اجتماعی مصالح بھی بہت ہیں۔ جو نماز با جماعت سے حاصل ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء اسلام نمازوں میں خود امام بنتے تھے۔ اسی طرح ہر حاکم پانچ وقت مسلمانوں کو خود نماز پڑھاتا تھا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ سب مسلمان نماز کے پابند تھے۔ کیونکہ حکومت جس کام کی پابند ہوتی ہے رعایا کو بھی اس کا اہتمام ہوتا ہے۔ پھر اس صورت میں ہر حاکم اور خلیفہ پبلک کا آدمی ہو جاتا ہے۔ پبلک سے جدا نہیں معلوم ہوتا اس طرح حاکم و محکوم میں ارتباط اور تعلق یگانگت پیدا ہوتا اور رعایا کے قلوب میں حکام سے محبت پیدا ہوتی ہے۔

حکومت پاکستان کو عوام سے شکایت اور اس کے ازالہ کی صورت

آجکل حکومت پاکستان کو یہ شکایت ہے کہ عوام حکومت کے ساتھ تعاون نہیں کرتے۔ اگر وہ عوام کا تعاون دل سے چاہتی ہے تو اوپر سے نیچے تک تمام حکام نماز باجماعت کی پابندی شروع کر دیں اور نماز پڑھانے کا طریقہ سیکھ کر خود نماز پڑھائیں۔ انشاء اللہ چند روز میں معلوم ہو جائے گا کہ عوام حکومت کے ساتھ کس درجہ تعاون پر آمادہ ہوتے ہیں۔ تعلیمات قرآن کی خوبی ہی یہ ہے کہ ان پر عمل کرنے سے ہر مسلمان کی انفرادی حالت بھی درست ہوتی ہے۔ اور اجتماعی حالت بھی ترقی پذیر ہوتی ہے چونکہ یہ سورت مکی ہے اس لئے اس میں روزہ اور زکوٰۃ و حج کا ذکر نہیں کیا گیا کہ یہ اعمال بعد کو مدینہ میں نازل ہوئے ہیں۔ اس لئے یہ سمجھنا چاہیئے کہ اس سورت میں اعمال بدنیہ میں سے صرف نماز کو اس لئے بیان کیا گیا کہ وہ بہت مہتم بالشان ہے جو اس کی پوری پابندی کرتا ہے وہ دوسرے اعمال کو بھی شوق سے کرنے لگتا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضؓ نے اپنے اعمال کو ایک خط میں لکھا تھا:۔

ان اھم امورکم عندی الصلوۃ
فمن حافظ علیھا کان لما سواھا
احفظ ومن ضیعھا کان لما سواھا
اضیع

(مجھے تمہارے تمام کاموں میں سب سے زیادہ فکر نماز کا ہے۔ کیونکہ جو اس کی پوری پابندی کرتا ہے۔ وہ دوسرے کاموں کی بھی خوب نگہداشت کرتا ہے اور جو اس کو برباد کرتا ہے وہ دوسرے کاموں کو زیادہ برباد کرتا ہے)

اگر نماز قاعدہ سے ادا کی جائے تو اس کی یہی خاصیت ہے کہ اس سے سب کاموں کی نگہداشت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

تفسیر تیسری آیت (زکوٰۃ و قربانی)

اس کے بعد قربانی کا حکم ہے کہ اللہ کے لئے قربانی کرو۔ اس میں طاعات مالیہ کی تاکید ہے کہ طاعات بدنیہ کے ساتھ طاعات مالیہ کا بھی اہتمام کیا جائے۔ چونکہ مکہ میں قربانی ہی واجب تھی۔ اس لئے اس کا ذکر کر دیا گیا۔ مدینہ پہنچ کر زکوٰۃ مسلمانوں پر فرض ہو گئی۔ اس میں اختلاف ہے کہ زکوٰۃ فرض ہونے کے بعد قربانی بھی لازم رہی یا اس کا وجوب ساقط ہو گیا۔ حنفیہ کے نزدیک قربانی بھی واجب ہے۔ زکوٰۃ کے فرض ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ قرآن میں نماز کے ساتھ ہی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم جا بجا آیا ہے۔ مانعین زکوٰۃ سے حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں مسلمانوں کا جہاد کرنا تاریخ کا مشہور واقعہ ہے۔

علماء سلف نے فرمایا ہے کہ لوگوں میں غنی زیادہ ہوتے ہیں اور فقیر کم۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مال کی زکوٰۃ میں صرف چالیسواں حصہ فرض کیا ہے۔ وہ بھی جب کہ مال بقدر نصاب ہو کہ چاندی پانچ اوقیہ ہو (یعنی دو سو درہم جس کی مقدار ساڑھے باون تولہ ہوتی ہے) اور سونا بیس مثقال (ساڑھے سات تولہ) ہو اور اس پر ایک سال پورا گذر جائے۔ اور باغات و زمین کی پیداوار میں دسواں یا بیسواں حصہ فرض کیا ہے اور ظاہر ہے کہ خدائے علیم و قدیر رحمٰن و رحیم اپنے غریب بندوں کے لئے ایسی مقدار مقرر نہیں کر سکتا جو ان کے لئے کافی نہ ہو۔ حالانکہ وہ ان کا شمار بھی جانتا ہے اور حالت سے بھی باخبر ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ فقیر کم ہوں گے اور جتنے بھی ہوں گے ان کو مالداروں کی دولت کا چالیسواں حصہ اور باغات و زمین کی پیداوار کا دسواں بیسواں حصہ کافی ہو جائے گا۔ تو یہی مقدار فرض کر دی گئی۔ اب اگر مالدار اور زمیندار مسلمان سب کے سب زکوٰۃ و عشر باقاعدہ نکالتے رہیں تو کبھی کسی مسکین کو بھیک مانگنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔

ایک شبہ کا ازالہ

یہ شبہ نہ کیا جائے کہ آج کل تو مسلمانوں میں غریب زیادہ ہیں امیر کم ہیں۔ اس صورت میں مالداروں کی زکوٰۃ و عشر سب غریبوں کے لئے کیوں کر کافی ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ آجکل مالداروں میں لکھ پتی اور کروڑ پتی بھی تو ہیں۔ اگر سب کے سب باقاعدہ زکوٰۃ و عشر نکالیں اور دیانت و امانت کے ساتھ اس کو فقراء میں تقسیم کیا جائے۔ یقیناً تمام فقراء کو کافی ہو جائے گی۔ اس وقت مسلمانوں میں افلاس زیادہ ہونے کا ایک سبب تو یہ ہے کہ اغنیاء پابندی کے ساتھ پوری زکوٰۃ و عشر نہیں نکالتے اور یہ مرض صدیوں سے چلا آرہا ہے۔ اسی لئے مسلمانوں میں افلاس بڑھ رہا ہے اور چوری ڈکیتی ترقی کر رہی ہے۔ دوسرے یہ کہ ہندوؤں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں کی ایک جماعت نے بھیک مانگنے کو ہنر سمجھ لیا ہے۔ اس کو عیب نہیں سمجھتے بلکہ مستقل پیشہ بنا لیا ہے۔ اُن سے لاکھ کہا جائے کہ ہٹے کٹے تندرست آدمی کو بھیک مانگنا جائز نہیں۔ تم کو مزدوری کرنی چاہیئے یا کوئی دستکاری سیکھ کر پیٹ پالنا چاہیئے۔ مگر ان کی عقلیں مسخ ہو گئی ہیں۔ کہ بھیک مانگنے ہی کو اچھا سمجھتے ہیں مسلمان مالداروں کی زکوٰۃ و خیرات کا زیادہ حصہ انہی کے قبضے میں جاتا ہے۔ یہ لوگ ہزار ہا روپے جمع کرنے کے بعد بھی بھیک ہی مانگتے رہتے ہیں۔ جب وہ مرتے ہیں اُن کی جھونپڑیوں سے بڑی دولت نکلتی ہے ان کو غریب فقیر سمجھنا غلط ہے۔ ان کو زکوٰۃ و خیرات دینا رقم برباد کرنا ہے مسلمانوں کو سب سے پہلے زکوٰۃ کا باقاعدہ انتظام کرنا چاہیئے۔ پھر ہر بستی کے فقراء کی تحقیق کرنی چاہیئے۔ تحقیق کے بعد زکوٰۃ دی جائے اور فقراء کو زکوٰۃ دے کر ان سے صاف کہہ دیا جائے کہ زکوٰۃ کے بھروسہ ہی پر نہ رہو بلکہ جو کچھ اس وقت دیا جا رہا ہے اس سے کوئی کاروبار شروع کرو تاکہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ۔ پہلے زمانہ کے فقیر ایسے ہی تھے۔ وہ بار بار زکوٰۃ نہیں لیتے تھے بلکہ بہت جلد اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاتے تھے البتہ یتیم بچے۔ بیوہ عورتیں بوڑھے اور اپاہج زکوٰۃ کے بھروسہ پر رہتے تھے۔ مگر یتیم بچے تعلیم و تربیت پاکر بالغ ہوتے ہی اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاتے اور بیوہ عورتیں نکاح ثانی کو عیب نہ جانتی تھیں وہ بھی کچھ دنوں کے بعد شادی کر کے زکوٰۃ سے مستغنی ہو جاتی تھیں۔ اگر اب بھی اس کا رواج پوری طرح ہو جائے تو بیوہ عورتیں بہت کم رہ جائیں۔ زکوٰۃ کے بھروسہ پر صرف اپاہج اور معذور رہ جائیں گے تو ان کی تعداد زیادہ نہیں ان کو مالداروں زمینداروں کی زکوٰۃ و عشر یقیناً کافی ہو جائے گی۔

حکومت پاکستان کو نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا بھی باقاعدہ انتظام کرنا چاہیئے۔ مگر جب تک دستور اسلامی اور قانون شرعی نافذ نہ کیا جائے اور حکومت کے افسر نماز کے پابند نہ ہو جائیں اس وقت تک نہ حکومت کو مسلمانوں سے زکوٰۃ لینے کا حق ہے اور نہ مسلمان ہی اپنی زکوٰۃ حکومت کے حوالہ کریں گے۔

پہلے سوال کا جواب اور خلاصہ

یہاں تک پہلے سوال کا جواب تھا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حکومت پاکستان قرآن کی عظمت کا حق ادا کرے۔ تلاوت قرآن تعلیم قرآن۔ درس قرآن کا اہتمام کرے۔ نماز کی تاکید کرے۔ ملک میں دستور اسلامی اور قانون شرعی نافذ کرے زکوٰۃ و صدقات کا باقاعدہ انتظام کرے۔ شعائر اسلام کی پوری تعظیم کرے تو اس کے دشمن ناکام ہو جائیں گے دنیا میں اس کی عزت و شوکت کا پرچم لہرانے لگا ثانی

بلائیں بھی ٹل جائیں گی۔ خدا کی مدد اس کے ساتھ ہو گی رعایا اور حکومت میں محبت و اُلفت پیدا ہو جائے گی۔ مخالف طاقتیں مرعوب ہو جائیں گی۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ
اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ
وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ
الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ٥

دوسرے سوال کا جواب (اسلام و کمیونزم)

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اسلام اور کمیونزم میں کچھ مناسبت نہیں۔ اسلام کو کمیونزم سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اعتقادی طور پر کمیونزم کی بنیاد خدا دشمنی اور مذہب دشمنی پر ہے۔ اور اسلام سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور توحید کا سبق دیتا ہے۔ پابندی مذہب کا ہر حال میں حکم دیتا ہے۔ اسلام میں مذہب اور سیاست الگ الگ نہیں بلکہ ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ سیاست بھی اسی طرح مذہب کا جزء ہے جس طرح عبادات و معاملات اور اخلاق و معاشرت اس کے اجزاء ہیں بشرطیکہ اسلامی سیاست ہو کافرانہ سیاست نہ ہو عملی طور پر کمیونزم ذاتی ملکیت کا دشمن ہے اور اسلام ذاتی ملکیت کا دشمن نہیں۔ اسلام مال داروں زمینداروں کو اُن کے اموال و جائداد کا مالک قرار دیتا ہے اور ان میں فقراء کا حق بھی لازم کرتا ہے :۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ
مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَکُمْ
مِّنَ الْاَرْضِ

(اے ایمان والو! جو کچھ تم کماؤ اور جو کچھ ہم زمین کی پیداوار میں سے تم کو دیں اس کا پاکیزہ عمدہ حصّہ (اللہ کے راستہ میں) خرچ کیا کرو)

حکم انفاق کا مطلب ہی یہ ہے کہ مال دار اپنے اموال کے اور زمیندار اپنی زمینوں کے مالک مان لیے گئے۔ پھر ان کو اس میں سے فقراء پر کچھ خرچ کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ میت کے ترکہ میں میراث و وصیّت کا جاری ہونا، مالکانِ زمین کو اپنی جائداد کے وقف یا ہبہ کرنے کا اختیار ہونا ذاتی ملکیّت کی کھلی دلیل ہے زکوٰۃ میں ۱/۴۰ اور مملوکہ زمین کی پیداوار میں ۱/۱۰ یا ۱/۲۰ فقراء کے لئے تجویز کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ باقی سب مال والے اور زمین والے کا ہے۔ البتہ سمندر، دریا، پہاڑ اور جنگلات، اُفتادہ زمینیں اور معادن حکومت کے تحت ہوں گے۔ ان پر بغیر حکومت کی اجازت کے کسی کو قبضہ کرنے کا حق نہیں۔

اسلام معاشی مساوات کا قائل نہیں۔ قرآن میں صاف صاف کہا گیا ہے :۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَّعِیْشَتَھُمْ فِی
الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَھُمْ
فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا

(ترجمہ: ہم نے ہی لوگوں کے درمیان معاشی تقسیم کی ہے۔ اور بعض کو بعض پر رفعت دی ہے تاکہ ایک دوسرے سے کام لے سکے۔) اور اس طرح نظامِ عالم قائم ہے

اگر معاشی تقسیم برابر کر دی جاتی کہ سارے دولت مند ہی ہوتے تو کوئی بھی کسی کا کام نہ کرتا۔ اب حالت یہ ہے کہ ایک کے پاس دولت ہے طاقت و قوت نہیں۔ ایک کے پاس طاقت ہے دولت نہیں۔ ہر ایک کو دوسرے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح نظام قائم ہے!

مگر آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ اسلام ذاتی ملکیت کو برقرار رکھتے ہوئے اس کی اجازت نہیں دیتا کہ دولتمند طبقہ ساری دولت کو اپنے ہی اوپر خرچ کرتا رہے۔ بلکہ وہ اس کی دولت میں، زمین کی پیداوار میں فقراء کا حق بھی قائم کرتا ہے۔ تاکہ معیشت میں توازن قائم رہے اسلام دولتمندوں کو اس کی بھی اجازت نہیں دیتا، کہ سودی کاروبار سے دولت کو بڑھائیں

یمحق اللّٰہ الربوا ویربی الصدقٰت
واللّٰہ لایحب کل کفار اثیم ٥

اللہ تعالےٰ سود کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ ناشکرے گنہگار کو پسند نہیں کرتا۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب تک اسلامی بیت المال میں زکوٰۃ و عشر کی آمدنی جمع ہوتی رہی۔ اور باقاعدہ فقراء پر تقسیم ہوتی رہی تو ایک وقت ایسا بھی آ گیا تھا کہ زکوٰۃ و صدقات لینے والا کوئی بھی نظر نہ آتا تھا۔ کمیونزم آج تک ایسی مثال قائم نہیں کر سکا۔ اور اس کا دعوےٰ معاشی مساوات محض ڈھونگ ہے۔

آخر میں ایک بات پر تنبیہ

آخر میں ایک بات پر اور تنبیہ کر دینا چاہتا ہوں کہ اسلام میں دولت بڑھانے کا طریقہ زراعت۔ تجارت وصنعت و حرفت ہے۔ سرکاری ملازمت نہیں۔ ملازمان سرکاری کو ضرورت سے زیادہ تنخواہ نہیں دی جاتی تھی خلیفۂ اسلام کی تنخواہ اتنی ہی ہوتی تھی کہ متوسط درجہ کے آدمی کی طرح گذر کر سکے۔ حکام کو تاکید تھی کہ ویسا ہی کھانا کھائیں۔ جیسا عام مسلمان کھاتے ہیں اور ایسا ہی لباس پہنیں جیسا عام مسلمان پہنتے ہیں۔ جو شخص سرکاری ملازمت اپنی دولت بڑھانے کے لئے اختیار کرتا ہے وہ اسلام کو بدنام کرتا ہے۔ اسی طرح اسلام نے تاجروں کو بھی اس کی اجازت نہیں دی کہ اپنے مال کی قیمت اتنی بڑھا دیں۔ جس سے خریدار غبن فاحش (سخت نقصان) کا شکار ہو جائیں۔ جو تاجر ایسا کرے گا حکومتِ اسلام اس کو تجارت کی اجازت نہیں دے گی۔ ان اصول پر کام کیا جائے تو آپ دیکھیں گے کہ چند روز میں اقتصادی حالت درست ہو جائے گی۔ حکومت پاکستان کو اسلامی اُصول کے موافق ملک میں مذہبی تعلیم عام کرنا۔ بیکاری اور بے روزگاری دُور کرنا چاہئے۔ شراب خوری۔ زناکاری۔ جوا بازی۔ ریس۔ سود خواری سینما۔ فلم سازی کو بند کر دینا چاہئے۔ کہ اس سے دنیا کی دولت بھی برباد ہوتی ہے۔ عادات و اخلاق بھی بگڑتے ہیں۔ خدا کی پھٹکار بھی برستی ہے۔ اب میں اپنا معروضہ ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اور آپ کو اور سب مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین! والحمد للّٰہ ربّ العٰلمین۔

بقیّہ ضرورتِ قرآن

(صلہ سے آگے)

بھی بغور پڑھیں اس میں اس عالم کی بے ثباتی اور انسان کی بے چارگی و عاجزی اور عالم آخرت کی پائیداری ہی مثل آفتاب کے نظر آتی ہے۔ قرآن کا کوئی صفحہ ایسا نظر نہیں آتا کہ جس میں اللہ کا نام موجود نہ ہو۔ اور اس کے ساتھ توسل کو مختلف لطیف پیرایوں سے ادا نہ کیا گیا ہو۔ اور اُس قسم کے علوم میں بجائے بہیمیت کے نشوونما کی ترغیب کے اور کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں علم خداوندی کا خاصہ تو یہ ہے کہ اس کو دل میں راسخ و جاگزیں کرنے سے باہم اخوت و دیانت و محبت و الفت و ارتباط و جمعیت پیدا ہوتی ہے جس جماعت اور جس طائفہ میں بھی یہ علوم گھر کر جاتے ہیں وہ جماعت اور طائفہ عالم کا راہنما اور رہبر بن جاتا ہے ید اللّٰہ علی الجماعت اور لا یضرھم من خذلھم کا تاج اس کے سر پر ہوتا ہے۔ انسانیت اس سے پایۂ استحکام کو پہنچتی ہے اور علم باطل کی تاثیر یہ ہوتی ہے کہ اس سے دلوں میں فتنہ پیدا ہوتا ہے اور تفریق بین المرء وزوجہ اس کا ایک بدیہی خاصہ ہے۔ اور یہ آپ کو معلوم ہے۔ کہ جس طرح سلسلہ زراعت عالم کے تمام کاروبار میں اصل الاصل ہے بقیہ جس قدر بھی عالم کے کاروبار اور ظاہری سلسلے ہیں۔ وہ سب اسی کے تابع ہیں۔ اگر یہ درست نہیں ہے تو سمجھئے کہ جہاں کا پالنے والا اپنے غلاموں سے بہت ہی ناراض ہے۔ جو یہاں تک نوبت پہنچی کہ کھانے اور پینے میں بھی کمی کر دی گئی ہے۔

از ماسٹر لال دین صاحب اخگر
بی-اے-بی ٹی

ماہِ کنعان کی قمیص

قرآن حکیم اور ہماری رسائی ۔ کتاب اللہ اپنے اندر اصنافِ سخن کے وہ محاسن لئے ہوتے ہے کہ انکا حقیقی ادراک کرنا انسانی وہم و قیاس کبھی سے ورے ورے ہے ۔ اس کی فصاحت و بلاغت تو ایک مسلمہ امر ہے ۔ لیکن اگر اس کے باقی پہلوؤں پر بھی نظر ڈالی جائے ۔ تو تفہیم بصیرت کے لئے علم و عرفان کی لا انتہائیاں موجود ہیں عقل و خرد کے شہباز اس کی فضائے بسیط میں جب پرواز کرنے کرتے تھک جاتے ہیں تو منقار زیر پر ہو کر تدبر و تفکر کرتے ہیں ۔ نصرتِ غیبی کی دستگیری سے ان کو پرواز کی پھر ہمت ہوتی ہے ۔ تو لاکھوں وادیاں طے کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں ۔ مگر آخر کار قوت و توانائی پھر جواب دے جاتی ہے ۔ اور ہار کر کچھ عرصے کے لئے شاخ نشین ہو جاتے ہیں ۔ کلام الٰہی کی کنہ تک رسائی حاصل کرنے کے ضمن میں یہ ہماری ہوش و خرد کی بے بضاعتی اور دُوں ہمتی کا مسئلہ تھا ۔ جو سطورِ بالا میں عرض کیا گیا ۔ یقینِ محکم کے لئے قرآنِ حکیم کو اٹھائیے ۔ دعوئے خداوندی ہے ۔ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۔ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۔ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۔ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝ (کیا آپ کو رحمان کے نظامِ خلق میں کوئی خرابی نظر آتی ہے ۔ پھر نظرِ تعمق سے دیکھئے ۔ کیا چرخ نیلی فام میں کوئی دراڑ دکھائی دیتی ہے ۔ اور سہ کرہ بھی نظر دوڑا کر فیصلہ دیجئے ۔ مگر یاد رکھئے آپ جتنی بار بھی دیکھیں گے آپ کی نگاہ اس فضائے بیکراں کی پہنائیوں میں کھو کر رہ جائے گی اور بالآخر عاجز و درماندہ ہو کر لوٹ آئے گی ۔) ان آیات میں خالقِ اکبر کی خلاقیت کا حسن و جمال عالمِ خلق میں نظر آتا ہے ۔ مگر قرآنِ مجید کا تو معاملہ ہی اور ہے ۔ وہ شاہدِ حقیقی کے حسن جہاں آرا کے ذاتی انوار کا مجموعہ ہے ۔ وہاں تو تابِ نظارہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ ہاں کیف و سرور کو قرب و حضور میں ضرور دخل ہے ۔ حضرت غالب فرما گئے ہیں ۔

نظارہ نے بھی کام کیا واں نقاب کا
مستی سے ہر نگاہ تیرے رُخ پر بکھر گئی

سنئے یہ قرآنِ حمید ہی ہے جس کا بھیجنے والا اعلان کرتا ہے ۔ کہ انسانو! اس عالمِ خلق میں نظر آنے کے باوجود میرا کلام غیر مخلوق ہے ۔ (کلام اللہ غیر مخلوق) لہٰذا جو چیز غیر مخلوق ہے وہاں تک ہماری ذہنی رسائی بالکل محال ہے ۔

ادب میں کامل فن ادیب وہ سمجھا جاتا ہے جو انسانی فطرت پر خوب سیر حاصل تبصرہ کر سکے ۔ قرآنِ عزیز نے انسانی زندگی پر نفسیاتی رُو سے قصص میں جو کچھ پیش کیا ہے وہ اسی ذاتِ اقدس کا حصہ ہے ۔ جو علیمٌ بذاتِ الصدور ہے ۔ جو ہمارے دلی محرکات اور جذبات کے ہر تغیر کو جانتا ہے ۔ اس حقیقت کے پیشِ نظر آج ہم ایک قرآنی قصے کے ایک مختصر حصے پر غور کرتے ہیں ۔ جو اپنی سادگی کے باوجود نفسیاتی حقائق کا جامع ہے ۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کے تذکرہ کو پروردگارِ عالم نے احسن القصص فرمایا ہے نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ ۔ اور آگے ارشادِ خداوندی ہے ۔ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ (یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائیوں کے حالاتِ زندگی میں حیاتِ انسانی کے متلاشیوں کے لئے روشن دلائل ہیں) لہٰذا ان مبارک واقعات پر قیامت تک قلم فرسائی ہوتی رہے گی ۔ مگر آج ہم حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں آپ کے کُرتے کی حیثیت اور مرتبت پر روشنی ڈالیں گے ۔

حضرت یعقوب کو آخری ثمرۂ حیات سے والہانہ محبت تھی ۔ آپ اپنے نورِ فراست سے بھانپ چکے تھے ۔ کہ یہ ملکوتی صورت و سیرت تاجِ نبوت کے بہت زیادہ موزوں تھی ۔ لہٰذا حضرت یوسف ؑ باپ کی ساری الفتوں اور شفقتوں کا مرکز بنے ہوئے تھے ۔ آپ اپنے باقی بیٹوں سے بھی بڑے حسنِ مروّت سے پیش آتے تھے ۔ مگر یوسف علیہ السلام کو شاید سب سے چھوٹا سمجھ کر یا پیغمبرانہ وجاہت کا پتلا یقین کر کے آپؑ بے حد مشفقانہ التفات کا مستحق سمجھتے تھے ۔ انسانی تنزّل نے اس موقعہ پر پورا ظہور کیا ۔ برادرانِ یوسف ؑ نے باپ کی اس روش پر بلا وجہ حسد کرنا شروع کر دیا ۔ وہ باپ کی ہر نقل و حرکت کو ناانصافی پر محمول کرنے لگے ۔ اپنی خدمات پر نازاں تھے ۔ اپنی کثرت پر مغرور تھے ۔ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۔ ان کو بار بار خیال آتا تھا کہ ہم ضعیفی میں باپ کی خدمت کرتے ہیں ۔ مگر وہ یوسف علیہ السلام پر زیادہ نظرِ تلطف رکھتے ہیں ۔ آتشِ حسد نے نارِ جہنم بن کر ان کے متاعِ فرمانبرداری کو جلا دیا ۔ اور وہ پیغمبرِ خدا کے حق میں کہتے کہ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۔ (البتہ ہمارا باپ صریح خطا پر ہے) اب انہوں نے بالکل تہیہ کر لیا کہ یوسف ؑ سے خلاصی حاصل کریں ۔ نہ باپ کی ضعیفی پر نگاہ رہی ۔ نہ رشکِ قمر بھائی کی حالت پر ترس آیا ۔ ایک دن باپ کے سامنے آکر شکار پر جانے اور حضرت یوسف ؑ کو ساتھ لے جانے کی اجازت طلب کی ۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے (عشق است و ہزار بدگمانی) فرمایا ۔ قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۔ (حضرت یعقوب ؑ بولے کہ مجھ کو غم ہوتا ہے ۔ کہ تم اس کو میری آنکھوں کے سامنے سے پرے لے جاؤ ۔ اور ساتھ ہی مجھ کو یہ بھی اندیشہ ہے کہ تمہاری بے خبری میں اس کو بھیڑیا نہ کھا جائے) مفسرین حضرات لکھتے ہیں ۔ کہ یعقوب علیہ السلام جیسے پیغمبرِ خدا کا یہ ارشاد درجۂ توکل سے قدرے نازل تھا ۔ لہٰذا اسی وقت آزمائش شروع ہو گئی ۔

خیر! برادرانِ یوسف نے اپنے باپ کے سامنے خوب چرب زبانی سے اپنی جوانمردی اور حضرت یوسف ؑ کی حفاظت کے وعدے کئے ۔ اور یوسف ؑ کو ساتھ لے جانے میں کامیاب ہو ہی گئے ۔

(لمحۂ فکریہ)

ایک میرے آشیاں کے چند تنکوں کے لئے
برق کی زد میں گلستاں کا گلستاں رکھ دیا

اس وقت حسب و نسب اور ماحول کے اثرات "Hereditary and environment" کے سارے اصول بیکار نظر آتے ہیں ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام جیسے حلیم الطبع اور سلیم الفطرت پیغمبرِ خدا کی اولاد آپ کے گھر میں تعلیم و تربیت حاصل کر کے آج اپنے ضعیف گردانے روزگار باپ کو پاگل اور ظالم کہنے پر تُلی ہوئی ہے ۔ باپ کی خوشیوں اور مسرتوں کو یکسر ختم کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں یوسف علیہ السلام جیسے بھائی کو قتل کرنے یا کسی دور دراز جگہ میں پھینکنے کے منصوبے باندھے جا رہے ہیں ۔ الٰہی! یہ ضلالت ۔۔۔ یہ ظلمت پرستی ۔ یہ سنگدلی یہ درندگی کہ تیرے ہادی اور اپنے مربی و محسن کو انتہائی صدمہ پہنچانے پر اسی گھر کے پروردہ افراد تُلے ہوئے ہیں ۔ کیا یہ مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ کی عملی تصویر ہے ۔ جس کا انجام ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ہوا کرتا ہے ۔ الٰہی! یہ ڈرامہ حضرت نوح علیہ السلام کے گھر بھی کھیلا گیا ۔ باپ کی شفقت بھری دعوت یٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا کو ٹھکرا کر اللہ تعالیٰ کی غضب کی لپیٹ میں آنے والا بھی اولادِ آدم علیہ السلام سے ہی تھا ۔ کیا یہ ظلومٌ جہولٌ کی تفسیریں ہیں؟ حضرت عثمان ذوالنورین کو شہید کرنے والے تو بیگانے تھے مگر یہاں تو باپ بیٹوں اور بھائیوں بھائیوں کا معاملہ ہے ۔ کربلا میں خلافت کا مسئلہ درپیش تھا ۔ مگر یہاں تو صرف باپ کی محبت پر اعتراض ہے ۔ مگر ہم مانتے ہیں ۔ کہ تیرے مُغَیّباتِ احکام و اکوان کی خبر تیرے سوا کسی کو نہیں ہے ۔ لہٰذا تو ہی جانتا ہے ۔ کہ پیغمبروں کو لوریاں دینے والے محرومِ ایمان رہ کر جہنم کو جا سکتے ہیں ۔ اور انبیاء کرام پر پتھر برسانے والے تائب ہو کر جنتِ فردوس کے وارث بن سکتے ہیں ۔"

اب یوسف علیہ السلام کو برادرانِ یوسف ؑ جنگل میں لے گئے ہر طرح کی اذیتیں دیں ۔ اگرچہ قتل کرنے سے باز رہے مگر ایک تاریک کنواں میں دے مارا ۔ اور کچھ رات گذرے آہ و زاری کرتے ہوئے واپس گھر آئے ۔ اندھیرے میں آنے سے بہانے کا رونا پردہ میں رہ سکتا تھا ۔ باپ کو آکر بتایا کہ ہم شکار کے لئے آگے نکل گئے ۔ اور یوسف ؑ کو بھیڑیا کھا گیا ۔ ان کا کُرتہ لا کر یعقوب علیہ السلام کو پیش کیا ۔ کرتہ خون آلودہ تھا ۔ قرآنِ مجید نے شہادت دی کہ یہ خون سیدنا یوسف علیہ السلام کا نہ تھا ۔ وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ (وہ اس کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر آئے ۔) یہ بکری کا خون تھا ۔ جس کے کُرتے پر خون کے چھینٹے دیئے گئے تھے ۔ احسن القصص کا پہلا (Part) حصہ اس جانکاہ اور المناک واقعہ پر ختم ہوا ۔ آج کرتہ لانے والے اپنی مکاری اور بدکرداری کے لحاظ سے شاید ساری مخلوق سے زیادہ سیاہ کار تھے ۔ قرآنِ پاک نے بِدَمٍ كَذِبٍ کہہ کر ہمیں یقین دلایا کہ برادرانِ یوسف دجل و فریب کذب و افتراء کی تاریک وادیوں میں سرگرداں تھے ۔ ان کے دل سے انسانیت اور ہمدردئ خلق

کا نور بجھ چکا تھا۔ اور وہ قطع رحمی کے اس کنارے پر کھڑے تھے۔ کہ اگر مشیت ایزدی نے اُن کی قسمت میں توبہ نہ لکھی ہوتی۔ تو ابدالآباد کے لئے جہنم میں جاتے۔ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَاطِعٌ (قطع رحم کرنے والا بہشت میں نہیں جائے گا) کیونکہ وہ صرف قطع رحم ہی کرنے والے نہ تھے۔ بلکہ محسن کش خلق آزار درندہ صفت بل ہم اضل کیفیت حسن عقیدت کا تقاضہ ہے کہ اگر یوسف علیہ السلام بایں حسن ظاہری و باطنی بھیڑیوں کے گلے میں ہوتے تو یہ خونخوار جانور بھی اس ماہِ کامل کی صورت پر یعقوبی نگاہیں ڈالتے۔ اور لٹو ہو کر اس کعبۂ رعنائی کا چکور کی طرح طواف کرنے میں محو ہو جاتے ۔۔۔۔۔۔۔۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

خیر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اپنے لخت جگر کا کرتہ اٹھایا۔ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَکُمْ اَنْفُسُکُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ۔ کرتے کو ٹٹولا۔ تو بالکل صحیح سالم تھا۔ اس کا ایک تاگا بھی ٹوٹا ہوا نہ تھا۔ آنکھوں سے لگایا۔ اور رو کر فرمانے لگے۔ کہ وہ بھیڑیا فی الواقع حلیم اور متین ہوگا جو یوسف کو لے گیا۔ اور خون آلودہ کرتے کو نہایت احتیاط سے اُتار کر رکھ گیا۔ آج اس گھرانے کے لیل و نہار بدل گئے۔ مظلوم باپ اپنے نور نظر کی جدائی میں ہر وقت آہیں بھرتا اور گریۂ خاموش میں اشک بار رہتا۔ مگر پیغمبرانہ صبر و استقلال کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوڑتا۔ یہ مرضیاتِ ایزدی پر سرِ تسلیم خم کرنے کی ایک درد بھری داستان تھی۔ دل میں، یوسف کے ملنے کا انتظار آگ کی طرح شعلہ بار تھا۔ مگر گھر میں کوئی محرمِ راز نہ تھا۔ کیونکہ بیٹوں کی شقاوت کا یہ عالم تھا۔ کہ باپ کی مصیبت کو پرانی دیوانگی سے تعبیر کرتے ہیں۔

دوسرا سین

مصر کے شبستان شاہی میں ایک نہایت حسینہ اور جمیلہ ملکہ چند دنوں سے کسی گم گشتہ مہرو پہ اپنی متاعِ محبت قربان کر چکی ہے۔ اگرچہ دنیاوی آسائشوں کی ارزانی اور عیش و عشرت کی فراوانی نے محلات شاہی کو رشکِ فردوس بنا رکھا ہے۔ مگر اس دل گرفتہ از خود رفتہ بدنصیب عورت کے لئے زندگی ہزار بیقراریوں اور لاکھوں ناتمام تمناؤں کی ایک چیستان بنی ہوئی ہے۔ رات دن کی حیلہ سازیوں اور ناز برداریوں کا حاصل یہ ہے۔ یہ ملک شمائل نوجوان جس کو بازارِ مصر سے خریدا تھا اس دارفتہ اور دل باختہ ملکہ کے دلی ملشاء سے مطلع ہو جائے آخر کار ایک دن عشق کی دیوانگی میں پورے شاہی اہتمام سے غلقت الابواب اس نوجوان کو تنہا اور بند کمرے میں اپنی ایک نہایت رذیل خواہش کی تکمیل کے لئے بلایا۔ سنئیے یہ بلانے والی زلیخا تھی۔ اور وہ مجسمۂ حسن و زیبائی ہلال کنعان سیدنا یوسف علیہ السلام تھے۔ جو برسوں سے ملک شام کے ایک تاریک کنواں میں غروب ہوئے۔ اور اب مطلع مصر پر بدر تاباں بن کر چمک رہے تھے۔ ان کی پیشانی پر پیغمبرانہ انوار مسکرا رہے تھے۔ اور دل عصمت و پاکدامنی کی منزل بنا ہوا تھا۔ زلیخا نے حاکمانہ انداز میں ھیت لک دلشتا ہی کہا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے جواب دیا۔ معاذ اللہ خدا کی پناہ! یہ وہ جواب تھا۔ جس نے شیطان کی تمام امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ جان بچا کر دروازے کی طرف دوڑے۔ پیچھے پیچھے زلیخا تھی۔ اس کے کرتہ ہاتھ لگا۔ زور سے کھینچا۔ کرتہ پھٹ گیا۔ مگر یوسف تنہ زور تھے۔ دروازے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ دروازہ قدرت الٰہی سے کھل گیا۔ مگر اب عزیز سامنے کھڑا تھا۔ زلیخا نے کھسیانی ہو کر یوسف پر الزام لگایا۔ یوسف نے اپنی بریت کی اور ساتھ ہی ایک شیر خوار بچے نے گہوارے سے ہمک کر کہا۔ اِنْ کَانَ قَمِیْصُہٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَھُوَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ۔ وَاِنْ کَانَ قَمِیْصُہٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَکَذَبَتْ وَھُوَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ط اگر یوسف علیہ السلام کا کرتہ آگے سے پھٹا ہوا ہے تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹا ہے اور اگر اُسکا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے۔ تو عورت جھوٹی ہے۔ تو وہ سچا ہے۔ لہٰذا یوسف علیہ السلام کو اس گناہ سے بری سمجھا گیا مگر قید خانہ میں بھیجا گیا۔ تاکہ عورت کی دل جوئی ہو جائے۔

تیسرا سین

شہر کنعان کے ایک جھونپڑے میں ایک نحیف و نزار بزرگ ہستی اپنے مالک حقیقی کے سامنے سربسجود ہے۔ اس کا سینہ اگرچہ وحی الٰہی کا نشیمن ہے۔ مگر دل میں کسی کے فراق کی وہ رہ کسکیں پیدا ہو رہی ہیں۔ آنکھیں رو رو کر بے نور ہو چکی ہیں۔ مگر کسی کا انتظار ابھی تک لگا ہوا ہے۔ برسوں گذر گئے ہیں۔ کوئی خبر نہیں ہے۔ مگر دل میں بفضلِ ایزد متعال امیدِ وصل بلکہ یقینِ وصل باقی ہے۔ یہ نورانی صورت بوڑھے حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں۔ جو اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کے صدمے بڑے صبر سے برداشت کر رہے ہیں۔ مگر اب برسوں کے بعد وہ ساعت مبارکہ آن پہنچی۔ جبکہ اس فرشتہ صبر کا نالۂ فراق وصلِ مسرت زا سے بدل جانے لگا۔

برادرانِ یوسف علیہ السلام بھکاری بن کر بھکوں مرنے حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنی ناقص پونجی بھی ساتھ لائے۔ اور عرض پرداز ہوئے۔ کہ ہمیں براہ کرم اپنے خزانوں سے بطور صدقہ و خیرات بھی کچھ عنایت کیجیے۔ باتوں باتوں میں جب یوسف علیہ السلام نے اپنا تعارف کرایا۔ تو سرِ ندامت خم کر کے معترف ہوئے۔ قَالُوْا تَاللّٰہِ لَقَدْ اٰثَرَکَ اللّٰہُ عَلَیْنَا وَاِنْ کُنَّا لَخٰطِئِیْنَ۔ کہنے لگے۔ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے ہم پر آپ کو فضیلت دی ہے۔ اور ہم خطاکار تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام جو عفو و درگذر کے مجسمہ تھے۔ نہایت پیغمبرانہ خسروانی سے فرمانے لگے۔ قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ط یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ۔ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ہ آج تم پر کچھ الزام نہیں۔ میری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری خطائیں معاف فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ میرے بھائیو! اِذْھَبُوْا بِقَمِیْصِیْ ھٰذَا میری یہ قمیص لے جاؤ۔ ہذا کی بلاغت صاحب علم پر واضح ہے بالفاظ دیگر سیدنا یوسف علیہ السلام فرما رہے تھے۔ کہ برادران محترم۔ آپ پہلے بھی ایک دفعہ میری قمیص لے گئے تھے۔ اس قمیص پر جھوٹا خون لگا ہوا تھا۔ تمہاری اس حرکت پر شیطان لعین باغ باغ ہو رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ میری قمیص کو دیکھ کر میرا باپ برسوں روتا رہا۔ اور اس کی بینائی بھی جاتی رہی۔ مگر آج جب کہ تم پر خدائے غفار کی رحمت ارزاں ہو گئی ہے۔ اور تم اپنی خطاؤں پر نادم ہو۔ اس وقت کے جھوٹے آنسو آج دلی توبہ سے بدل گئے ہیں۔ لہٰذا اِذْھَبُوْا بِقَمِیْصِیْ ھٰذَا۔ تم میری یہ قمیص جو میں خود اپنی مرضی سے تم کو دیتا ہوں (پہلی قمیص تم نے زبردستی اتاری تھی) استغفار کرتے ہوئے لے جاؤ۔

فَاَلْقُوْہُ عَلٰی وَجْہِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا ط اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دینا۔ باذن اللہ تعالیٰ دوبارہ بینا ہو جائے گا۔

قدرتِ الٰہی پر غور کیجئے۔ کہ اِدھر مصر سے برادرانِ یوسف کا قافلہ روانہ ہوا۔ اور اُدھر حضرت یعقوب علیہ السلام پکار اُٹھے۔ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ (میں اپنے یوسف کی خوشبو سونگھ رہا ہوں) القصہ! جب یہ محبوب کرتہ جس کا ذکر قرآن حمید میں تین دفعہ آیا ہے۔ شام میں پہنچا۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈالا گیا۔ تو سیدنا یعقوب علیہ السلام برسوں کے بعد پھر بینا ہو گئے۔ سبحانہٗ وتعالیٰ عما یشرکون ہ

بقیہ شذرات

(صفحہ سے آگے)

کیا جاتا تھا۔ کوئی مسلمان برسرِ عام کھانے پینے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ تنور ہوٹل اور کھانے پینے کی اشیاء کی دکانیں دن بھر بند رہتیں۔ اور افطاری کے قریب کھلتی تھیں۔ پاکستان بننے کے بعد اس سب سے بڑی اسلامی سلطنت میں ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ رمضان المبارک اور دیگر شعائر اسلام کا احترام زیادہ ہو جاتا مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ احترام تو درکنار الٹا کھلم کھلا توہین ہونے لگی۔

آٹھ سال تو اسی بے اطمینانی میں گذرے۔

اب الحمد للہ! حالات نے پلٹا کھایا ہے دستور مرتب ہو چکا ہے۔ پاکستان کا قانون کتاب و سنت کے مطابق تیار ہوگا۔ اس بلند مقصد کی تکمیل کے لئے تو شاید کافی وقت درکار ہوگا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فوری اقدام کا ہمیں موقعہ مہیا فرما دیا ہے۔ دستور کی تشکیل کے بعد پہلا رمضان المبارک آ رہا ہے حکومت اور عوام دونوں کا فرض ہے۔ کہ وہ اس کا احترام کریں۔ اگر چھوٹے بڑے سب سرکاری ملازمین اور وزراء احترام کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ عوام نہ کریں

ہم وزیر اعظم پاکستان اور وزیر اعلیٰ مغربی پاکستان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس مہینہ کا احترام کرانے کے لئے ہر ممکن اقدام کریں۔ صرف احکام جاری کر دینے سے کچھ نہ ہوگا۔ ان احکام کی پابندی کے لئے پہلے خود مثال قائم کریں اور پھر ان پر دوسروں سے عمل کرائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو رمضان المبارک کے روزے رکھنے اور اس کا ہر ممکن احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں

آمین یا الٰہ العالمین!

(اسد طیب)

وحی ربانی کے مقابلہ میں وحی شیطانی

اس لئے عام کیا کہ وحی الٰہی (قرآن مجید) سے لوگوں کو محروم کرکے گمراہی اور فسق و فجور کو پھیلایا جائے۔ مگر خدا جانے ان اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والوں پر کیا پھٹکار پڑ گئی کہ جان و مال لگا کر سینماؤں اور تھیٹروں کو ترقی دے رہے ہیں۔ چنانچہ ادنےٰ مزدور سے لے کر اونچے کارخانہ دار تک معمولی ملازم سے لے کر اعلیٰ حاکم تک سب اس لعنت میں گرفتار ہیں کہ رات کو دو بجے تک سینما دیکھتے رہیں۔ اور ریڈیو کے ذریعے دلوں میں نفاق کا بیج بونے والے گانے سنتے رہیں۔ الاّ ماشاءاللہ۔ قرآن مجید کی تعلیم سے بے بہرہ ہوں تو ہوتے رہیں۔ کوئی فکر نہیں۔ نماز ضائع ہوتی ہے تو ہوا کرے۔ کوئی پرواہ نہیں۔ العیاذ باللہ۔

مسلمان یہاں تک خواب غفلت میں مدہوش ہیں۔ کہ شیطانی طاقتوں کو فروغ دینے والے اسباب کو فنون لطیفہ اور آرٹ وغیرہ کا نام دے کر بجٹ میں لاکھوں روپے اس پر خرچ کر رہے ہیں۔ آخر میں ہم مسلمان بھائیوں سے مؤدبانہ عرض کرینگے۔ کہ خدارا قرآن مجید اور علوم نبوت سے صحیح تعلق پیدا کیجئے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس کتاب کے پڑھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عورت اور قرآن

(از نشترؔ جالندھری صاحب)

اے عورت! اے ضیائے چراغِ حرم سرا — رُشحِ وروالِ مذہبِ محبوبِ کبریا
کیا کچھ خبر بھی ہے تجھے اپنے مقام کی؟ — تو بیٹی بہن ہے خوانِ رسولِ انامؐ کی
قرأت ہے تیری سورۂ قیامت لیے ہوئے — ہے حرف حرف رنگِ کرامت لیے ہوئے

• • •

شاہد ہے اس پہ واقعہ حضرت عمرؓ — قتلِ رسولؐ کو جو چلے تیغ در کمر
ان سے نعیم راہ میں دوچار ہو گئے — پوچھا کدھر کا عزم ہے صاحب یہ خیر ہے
بولے کہ آج خونِ محمدؐ بہاؤں گا — خنجر کو سرخ مچھلی بنا کر دکھاؤں گا
کہنے لگے نعیم جو چاہو کرو، مگر — خود اپنے گھر کا حال ہے کیا یہ بھی ہے خبر؟
اسلام کر چکی ہیں تمہاری بہن قبول — بہنوئی پا چکے شرفِ بیعتِ رسولؐ
یہ سنتے ہی جنابِ عمرؓ آگ بن گئے — آنکھوں سے شعلے برسے کچھ اس طرح تن گئے
فوراً وہاں سے پلٹے تو پہنچے بہن کے گھر — کرتی تھیں وہ تلاوتِ قرآں بہ چشمِ تر
آہٹ جو پائی چھپ گئیں بھائی کے خوف سے — قرآں کے کھلے ہوئے اجزا چھپا لیے
پہلے ہی پڑ چکی تھی مگر کان میں صدا — پوچھا بہن سے ہاں کہو آواز تھی یہ کیا
کہنے لگیں کوئی نہیں لیکن وہ بول اٹھے — میں سن چکا ہوں پھر گئے اپنے ہی دین سے
بہنوئی سے الجھ گئے گلا گیر ہو گئے — ہمشیر اٹھیں بچانے تو شمشیر ہو گئے
گو خون میں نہائی ہوئی تھیں بہن مگر — کچھ بھی ہوا نہ دل پہ زد و کوب کا اثر
عشقِ نبیؐ کا جوش رگ و پے میں بس گیا — اسلام روح بن کے بدن میں سما گیا

بولیں عمرؓ! جو چاہو کرو اختیار ہے — اسلام پر ہے جان فدا دل نثار ہے
مغرب سے مہر نکلے نہیں ہمیں قیل و قال — اسلام دل سے نکلے سراسر یہ ہے محال

• • •

دل سے یہ بات نکلی تھی دل ہی میں گھر کیا — بھائی پہ لفظ لفظ نے ایسا اثر کیا
بولے جو پڑھ رہی تھیں سناؤ مجھے ذرا — لا کر بہن نے سامنے قرآں ہی کھول دیا
پڑھتے تو جا رہے تھے اسے حضرت عمرؓ — مرعوب ہو رہے تھے مگر لفظ لفظ پہ
اعجاز آمنوا کا تو بس بے پناہ تھا — جاری زباں پہ اشہد ان لا الٰہ تھا

• • •

پھر بابِ مصطفےٰؐ پہ گئے حضرت عمرؓ — ایمان لائے سرورِ عالمؐ کے ہاتھ پر
قدرت کا رنگ دیکھیے کیا معجزا ہوا — قاتل شہیدِ تیغِ کلامِ خدا ہوا
اسلام کے غلام جنابِ عمرؓ ہوئے — تسخیر ان کے ہاتھ سے بحر و بر ہوئے
ذرے کو آفتاب کا ہمسر بنا دیا — دنیا کو شمعِ کعبہ سے یوں جگمگا دیا

• • •

اعجاز یہ ہے تیری ہی قرأت کا مسلمہ! — قائل زمانہ ہے تری قدرت کا مسلمہ!
عظمت سے اپنی تو ہے مگر آج بے خبر — رکھا ہے آہ مصحفِ اقدس کو طاق پر
قرآں ہی ہمارا نظامِ حیات ہے — قرآں ہی دلیلِ رہِ کائنات ہے
زندہ کر اپنی قوتِ قرأت کو مسلمہ! — تسخیر کر جہان کی وسعت کو مسلمہ!

قرآں پہ کر عمل کہ یہی وجہ ناز ہے!
قرآں ہی فلاحِ دو عالم کا راز ہے!

قرآن اور وحدت انسان

از مولانا احمد صاحب ایم۔اے فاضلِ دیوبند

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ علیٰ سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

سبحانک لاعلم لنا الا ما علمتنا۔

ان ہذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولاتتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ

قیام امن کی کوشش :۔ آج جو مسئلہ دنیا کے مفکرین کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ وہ عالمگیر اتحاد اور قیام امن ہے۔ گزشتہ دو عالمگیر جنگوں میں دنیا کا ایک بڑا حصہ تباہ ہوگیا۔ ۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ کے بعد جمعیۃ الاقوام قائم ہوئی لیکن اسلامی اصول پر مبنی نہ ہونے کی وجہ سے بری طرح ناکام ہوئی جس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ ۱۹۳۶ء میں اٹلی نے حبشہ پر جارحانہ حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمگیر جنگ چھڑ گئی جو پہلی جنگ سے بھی زیادہ تباہ کن ثابت ہوئی۔ اور اب انجمن اقوام متحدہ کے باوجود خدانخواستہ تیسری جنگ کا اندیشہ لاحق ہے۔ دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے اشتمالیت۔ اشتراکیت اباحیت وغیرہ متعدد تحریکیں جاری کی گئیں لیکن ان کا بھی وہی حشر ہوا۔ سائنس کی ایجادات نے ہلاکت کے بے پناہ ذرائع مہیا کر کے تمام نوع انسانی کے وجود کو خطرہ میں ڈال دیا ہے۔ قوم پرستی کے فتنہ کی وجہ سے تمام دنیا "بعضکم لبعض عدو" کی تفسیر بنی ہوئی ہے۔ ہر قوم دوسری قوم پر تفوق اور برتری حاصل کرنے کی کوشش میں جائز ناجائز کے سوال کو نظر انداز کر رہی ہے جس سے دنیا کا امن ختم ہوگیا۔ قیام امن کے لئے مختلف ممالک کے مفکرین اور ماہرین سیاست اپنی اپنی تجاویز پیش کرتے ہیں مثلاً اسلحہ کی کمی یا ان پر پابندی وغیرہ لیکن چونکہ ان لوگوں کے پاس کوئی عالمگیر نظام نہیں ہے اور یہ محدود قوم پرستی سے جس کی بنیاد ہی خود غرضی اور تنگ نظری پر ہے دست بردار نہیں ہو سکتے اس لئے ان کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوتی اور نہیں ہو سکتی۔

دیگر مذاہب کی تنگ نظری :۔ جب ہم اس مسئلہ کا حل مذاہب میں تلاش کرتے ہیں تو اور زیادہ مایوسی ہوتی ہے کیونکہ جدید قوم پرستوں کی طرح ہر اہل مذہب بھی اللہ تعالیٰ کے فیض کو اپنے ہی مذہب کے متبعین کے لئے مخصوص سمجھتا ہے۔ یہود کا عقیدہ ہے کہ

نحن ابنؤا اللہ واحباؤہ یعنی ہم اللہ کے ایسے محبوب ہیں جیسے اس کے بیٹے اس لئے ہم چاہے کتنے ہی گناہ کریں "لن تمسنا النار الا ایاما معدودات" جہنم میں نہ ڈالے جائیں گے۔ اور اگر ڈالے بھی گئے تو وہاں صرف چند روز رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا روحانی انعام یعنی وحی صرف بنی اسرائیل کا حق ہے۔ اور باقی تمام دنیا ہمیشہ کے لئے اس سے محروم ہے۔ اسی لئے جب پیغمبر اسلام علیہ السلام نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو یہود نے یہ کہہ کر آپ کی تکذیب کی کہ نبی آخر الزمان بنی اسرائیل میں ہوگا۔ آپ غیر اسرائیلی ہونے کی وجہ سے نبی نہیں ہو سکتے اس تنگ نظری کی وجہ سے اس نے ایسی ٹھوکر کھائی کہ آج تک نہ سنبھلے اور ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ کے مصداق بنے

مسیحوں نے بھی اسی بنا پر آپؐ کی نبوت کو تسلیم نہیں کیا۔ ان کے نزدیک بھی اب قیامت تک وحی الٰہی پر آلِ یعقوب کی اجارہ داری قائم ہے اور باقی تمام دنیا اس سے محروم ہے۔

مجوسیوں کے نزدیک الہام صرف زرتشت اور جاماسپ کے خاندان سے مخصوص ہے۔ اور اس کے سوا کوئی انسان یہ شرف حاصل نہیں کر سکتا۔

ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ ابتدائے آفرینش میں ایشور نے صرف ہندوستان کے رشیوں منیوں سے کلام کیا اور اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا۔ یعنی مکالمہ خداوندی کی نعمت کسی دوسری قوم کے حصہ میں نہیں آئی۔ اور نہیں آسکتی انہوں نے مزید غضب یہ کیا کہ خدا کی مادی اور روحانی نعمتوں کو زیادہ سے زیادہ تنگ کرنے کے لئے یہ عقیدے تراشے کہ عبادت اور حصولِ علم صرف برہمنوں کا حق ہے۔ اور کوئی نذر اور قربانی ان کے واسطے کے بغیر مقبول نہیں ہو سکتی۔ اور تمام دنیوی نعمتیں بھی انہیں کے لئے ہیں۔ اور باقی تمام انسان ان کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں کیونکہ برہمن خدا کے منہ سے اور باقی انسان اس کے بازوؤں۔ پنڈلیوں اور قدموں سے نکلے ہیں۔

الغرض اسلام کے سوا تمام مذاہب میں اس قسم کی تنگ نظری اور خود پسندی پائی جاتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ پیغمبر اسلام سے قبل ہر نبی صرف اپنی قوم اور ملک اور زمانہ کے لئے مبعوث ہوا تھا۔ اس لئے اس کی تبلیغی و اصلاحی سرگرمیاں اپنی ہی قوم تک محدود تھیں۔ باقی تمام انسان اس کے مخاطب نہیں تھے۔ چنانچہ توریت میں حضرت موسیٰ کی نسبت ارشاد ہے:۔

"..... میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں۔ میرے لوگوں کو جو بنی اسرائیل ہیں، مصر سے نکال" (خروج باب ۳ آیت ۱۰)

"موسیٰ نے ہم کو ایک شریعت فرمائی جو یعقوبؑ کی جماعت کی میراث ہوئی" (استثنا باب ۳۳ آیت ۴)

ان بیانات سے ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰؑ صرف اپنی قوم بنی اسرائیل کی آزادی۔ اصلاح اور ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے۔ باقی اقوام عالم سے ان کو کوئی تعلق نہیں تھا۔

قرآن کی اس آیت میں بھی یہ بات واضح کی گئی ہے۔ ولقد ارسلنا موسیٰ بآیاتنا ان اخرج قومک من الظلمٰت الی النور (سورہ ابراہیم ع ۱) "بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا اور حکم دیا کہ اپنی قوم (بنی اسرائیل) کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لا"۔

حضرت موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل میں جو انبیاء ہوئے وہ بھی حسبِ معمول اپنی ہی قوم کی اصلاح کے لئے مامور تھے چنانچہ انجیل میں ہے کہ حضرت مسیحؑ صرف آلِ یعقوبؑ کے بادشاہ تھے۔ (لوقا ۳۳/۱) یعنی بنی اسرائیل کے لئے ہی بنائے گئے تھے۔ یہی سبب تھا کہ جب ایک غیر اسرائیلی عورت نے ان سے مدد کی درخواست کی تو انہوں نے جواب دیا کہ میں بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے سوا کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ لڑکوں کی روٹی لیکر کتوں کو ڈال دینی مناسب نہیں۔ (متی باب ۱۰، آیت ۲۴-۲۶) انہوں نے اپنے بارہ حواریوں کو بھی ہدایت کر دی تھی کہ وہ اپنی تبلیغ کو بنی اسرائیل تک محدود رکھیں۔

"ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور حکم دیا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا۔ اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا"۔ (متی باب ۱۰-آیت ۵، ۶)

ان بیانات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ یہودیت اور مسیحیت کا پیغام صرف بنی اسرائیل کے لئے تھا۔ اور باقی انسان اس کے مخاطب ہی نہیں تھے۔ یہ صحیح ہے کہ انجیل کے آخر میں حضرت مسیحؑ کا اپنے متبعین کو یہ حکم موجود ہے کہ دنیا میں جاؤ اور ہر شخص کو باپ بیٹے اور روح القدس کے نام پر بپتسمہ دو۔ لیکن یہ آیت الحاقی ہے۔ اور ان کے تمام اقوال کے معارض ہے۔

اسی بنا پر بائبل میں خدا کو بنی اسرائیل کا خدا کہا گیا ہے۔ جس سے تمام غیر اسرائیلی انسانوں کو کوئی تعلق نہیں ہو سکتا اور وہ اس پر ایمان لانے کے مکلف نہیں ہو سکتے لہٰذا غیر اسرائیلی دنیا کو بائبل کی دعوت نہیں دی جا سکتی یہی حال دوسرے مذہبوں کا ہے۔ ان میں بھی خدا کے متعلق کوئی عالمگیر تصور نہیں ہے۔

دیگر مذہبی پیشواؤں مثلاً سری رام۔ سری کرشن مہاتما بدھ۔ مہاتما مہابیر۔ زرتشت۔ کنفوشس۔ وغیرہم میں سے کسی نے بھی اپنے پیغام کو تمام اقوام کے لئے عام نہیں کیا۔ بلکہ خاص قوم اور خاص علاقہ اور خاص زمانہ سے مخصوص رکھا۔ ہر بانیٔ مذہب نے نبی آخر الزماں کے متعلق بشارت دی جن کی دعوت تا قیامت تمام انسانی آبادی کے لئے ہے۔

قرآن کا دعویٰ :۔ اسلام کے سوا کسی دین میں اس مسئلہ کا حل نہیں مل سکتا۔ کیونکہ صرف اسلام کی کتاب قرآن نے دعویٰ کیا ہے کہ

ھٰذا بلاغ للناس	یہ تمام انسانوں کیلئے پیغام ہے۔
تفصیل کل شیئی	ہر بات کی تفصیل ہے۔
الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔	آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اور اپنا انعام تم پر پورا کر دیا۔
تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعلمین نذیرا۔	برکت والا ہے وہ خدا جس نے اپنے بندہ پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ تمام جہانوں کو آگاہ کرنے والا ہو۔
کتاب انزلنا الیک لتخرج الناس من الظلمٰت الی النور۔	اس نے آپؐ (نبی کریمؐ) پر کتاب (قرآن) نازل کی تاکہ آپؐ تمام انسانوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائیں۔

وحدت الٰہ :- چنانچہ اس نے جس خدا کا تصور پیش کیا ہے وہ ایک قوم یا ایک ملک کا خدا نہیں بلکہ رب العالمین ہے۔ یعنی تمام جہانوں کی جسمانی و روحانی ربوبیت کرنے والا ہے۔

له المشرق والمغرب الٰهکم اله واحد۔ لا اله الا هو الرحمٰن الرحیم۔
مشرق و مغرب اللہ ہی کے ہیں۔ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔

اعوذ برب الناس ملک الناس اله الناس۔
میں پناہ مانگتا ہوں اس کی جو تمام انسانوں کا رب ہے۔ تمام انسانوں کا بادشاہ ہے۔ اور تمام انسانوں کا معبود ہے۔

سبح للّٰه ما فی السمٰوات والارض وهو العزیز الحکیم له ملک السمٰوات والارض یحیی ویمیت وهو علیٰ کل شیئ قدیر۔ هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بکل شیئ علیم۔
آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے۔ اور وہی غالب اور حکمت والا ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اسی کی بادشاہی ہے۔ وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی اول اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے۔ اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

اللّٰه خالق کل شیئ
اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

ذٰلکم اللّٰه ربکم خالق کل شیئ لا اله الا هو
وہ اللہ تمہارا پروردگار ہے۔ ہر چیز کو پیدا کرنے والا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

هو الذی فی السماء اله و فی الارض اله۔
وہی آسمان میں حاکم ہے اور زمین میں حاکم ہے۔

وحدت انسان :- وحدت الٰہ کا لازمی نتیجہ وحدتِ انسان ہے۔ یعنی تمام انسان ایک ہی آقا کے بندے اور مخلوق ہیں اور ایک کنبہ کی مانند اور ایک دوسرے کے خواجہ تاش ہیں۔ اس حیثیت سے ان کو ایک دوسرے کے تمام حقوق کا لحاظ کر کے باہم صلح و امن کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہیئے۔

کان الناس امة واحدة فبعث اللّٰه النبیین مبشرین ومنذرین۔
تمام انسان ایک قوم ہیں۔ پس اللہ نے (ان سب کے لئے) نبیوں کو بشارت دینے والا اور آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا۔

ان هٰذه امتکم امة واحدة وانا ربکم فاتقون۔
بے شک یہ تمہاری قوم ایک قوم ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس مجھ سے ڈرو۔

یا ایها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة
اے لوگو ڈرو اپنے رب سے جس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا۔

یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ قرآن خاندانوں، قبیلوں اور قوموں کو مخاطب کرنے کی بجائے یا ایها الناس (اے لوگو) کہہ کر تمام دنیا کے انسانوں کو مخاطب کرتا ہے۔

اسلام کے سوا ہر مذہب کے ماننے والوں نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو صرف اپنی قوم سے مخصوص مانا ہے۔ چنانچہ کسی مذہبی کتاب میں اس امر کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ کہ دوسری قوموں کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی۔ حالانکہ جب اللہ تعالیٰ کی مادی نعمتیں عام ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی روحانی نعمتیں صرف ایک قوم سے مخصوص ہوں۔ قرآن مجید نے اب سے چودہ سو برس پہلے اس حقیقت کا اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر قوم کی ہدایت کے لئے نبی آتے رہے ہیں۔

ولکل امة رسول (یونس ع ۵)
ہر امت کے لئے رسول بھیجا گیا۔

لقد بعثنا فی کل امة رسولا (النحل ع ۵)
بے شک ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا۔

ان من امة الا خلا فیها نذیر (الفاطر ع ۳)
کوئی قوم ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی آگاہ کرنے والا نہ آیا ہو۔

اس لئے مسلمانوں کو تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے۔ خواہ وہ کسی قوم میں اور کسی زمانہ میں مبعوث ہوئے ہوں۔

لا نفرق بین احد من رسله
ہم رسولوں میں سے کسی میں کوئی امتیاز نہیں کرتے۔ یعنی سب کو مانتے ہیں۔

شرع لکم من الدین ما وصّی به نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا به ابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ
اس نے تمہارے لئے وہ دین مقرر کیا جس کی وصیت اس نے نوح کو کی تھی۔ اور وہ جو ہم نے آپ پر وحی کی اور جس کی وصیت ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو کی۔

قولوا آمنا باللّٰه وما انزل الینا وما انزل الیٰ ابراهیم واسماعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربهم۔ لا نفرق بین احد منهم ونحن له مسلمون۔
کہو ہم ایمان لاتے اللہ پر اور اس پر جو اتارا گیا ہم پر اور جو اتارا گیا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر اور جو موسیٰ اور عیسیٰ اور نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا۔ ہم ان میں سے کسی میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔

تمام انبیاء پر ایمان لانا عالمگیر امن قائم کرنے اور مختلف اقوام کی منافرت و معاندت دور کرنے کا بہترین ذریعہ ہے

عالمگیر نبی :- پہلے زمانہ میں جب آمد و رفت کے وسائل بہت محدود تھے۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پیغام نہیں پہنچایا جا سکتا تھا۔ ہر قوم اور ملک کے لئے علیحدہ نبی بھیجے جاتے تھے۔ لیکن جب تمام دنیا ایک ہو گئی تو تا قیامت تمام انسانوں کے لئے ایک ہی نبی مبعوث کیا گیا۔ چنانچہ گذشتہ انبیاء کے برخلاف پیغمبر اسلام "لکل قوم هاد" (ہر قوم کے لئے ہادی) تھے اور آپ نے اعلان کیا۔

یا ایها الناس انی رسول اللّٰه الیکم جمیعا۔
اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں

وما ارسلنٰک الا کافة للناس بشیرا ونذیرا۔
اے نبی ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔ اسی طرح آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔

وما ارسلنٰک الا رحمة للعالمین۔
ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

آپ نے صرف اعلان یا دعوے پر اکتفا نہیں کی بلکہ اپنی زندگی میں دوسرے ملکوں کے بادشاہوں کے پاس مبلغ بھیج کر ان کو اسلام کی دعوت دی۔ آپ نے اپنے پیغام کو کسی قوم یا ملک سے مخصوص نہیں کیا۔ اور اپنے فیض و برکت کا دروازہ تمام بنی آدم کے لئے کھول دیا۔ آپ نے فرمایا :-

بعثت الی الاحمر والاسود
میں گورے اور کالے یعنی ہر رنگ کے آدمیوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

جعلت لی الارض مسجدا۔
تمام روئے زمین میرے لئے مسجد بنا دی گئی ہے یعنی میرا دین عالمگیر ہے۔

عالمگیر مساوات :- دنیا والوں نے شرافت اور بزرگی کے مختلف معیار قائم کئے اور رنگ، نسل، وطن، زبان وغیرہ کی بنا پر انسانوں کو تقسیم کیا۔ پیغمبر اسلام علیہ السلام نے ان تمام خود ساختہ امتیازات کو بالکل باطل قرار دے کر اعلان کیا کہ خدا کے نزدیک شرافت و عزت کا مدار صرف تقویٰ اور عمل صالح پر ہے۔

جعلنٰکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللّٰه اتقٰکم۔
تم کو خاندان اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو شناخت کرو۔ بیشک تم میں سے سب سے بزرگ اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔

یعنی کسی خاندان اور قوم میں پیدا ہونا مدار عزت و ذلت نہیں ہے۔ بلکہ مدار عزت تقویٰ ہے۔ ایک متقی دنیا والوں کے نزدیک کتنے ہی ذلیل خاندان کا ہو لیکن اللہ کے نزدیک بزرگ ہے۔ اور ایک فاسق دنیا والوں کے نزدیک کتنے ہی معزز خاندان کا ہو مگر اللہ کے نزدیک ذلیل ہے۔

آپ نے فرمایا۔ الجنة لمن اطاع اللّٰه ولو کان عبشیا والنار لمن عصی اللّٰه ولو کان قرشیا۔ یعنی جنت اس کے لئے ہے جو اللہ کی اطاعت کرے۔ چاہے وہ حبشی ہو جو دنیا والوں کے نزدیک ذلیل ہے۔ اور جہنم اس کے لئے ہے جو اللہ کا حکم نہ مانے چاہے وہ قریشی ہو جو دنیوی لحاظ سے سب سے معزز ہے۔ چنانچہ ایک حبشی غلام حضرت بلال رضی اللہ عنہ اللہ کی اطاعت کر کے اس بلند مرتبہ پر پہنچے کہ کروڑوں مسلمان ان کو اپنا آقا مانتے ہیں۔ اور ابولہب و ابوجہل جو قریشی اور رسول اللہ کے قرابت دار تھے اللہ اور رسول کے پیغام کو ٹھکرا کر جہنم کے سزاوار ہوئے۔

حج وداع میں آپ نے فرمایا :-

لا فضل العربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی الا بالتقویٰ کلکم بنو آدم وآدم من تراب
نہ کوئی عربی کسی عجمی سے افضل ہے اور نہ کوئی عجمی کسی عربی سے افضل ہے۔ سوائے تقوے کی بنا پر۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنا تھا۔

آپ نے حضرت صفیہ اور حضرت فاطمہ کو آگاہ کر دیا کہ اس غلط فہمی میں نہ رہنا کہ ہم پیغمبر کے قرابت دار ہونے کی وجہ سے عمل صالح کے مکلف نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں اعمال کی پرسش ہوگی۔ میں تم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا آپ نے اپنے آپ کو بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں کیا۔

انی اخاف ان عصیت ربی
اگر میں اپنے رب کے حکم کے

عذاب یوم عظیم
خلاف کروں تو میں بھی بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں

انا بشر مثلکم
میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

الناس من جہۃ التمثال اکفاء ابوھم آدم والام حواء

آدمی شکل میں سب برابر ہیں - ان کا باپ آدم اور ماں حوا ہے

روحانی جمہوریت کی یہ پہلی آواز تھی جو آج سے چودہ سو برس پہلے اسلام نے بلند کی - اس سے پہلے اس جمہوریت کا کوئی تصور نہ تھا - آج غیر مسلم بھی اپنے اپنے مذہب کے عالمگیر ہونے کا دعوی کرنے لگے ہیں لیکن اس دعوے کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں ہے چنانچہ مہاتما بدھ کے اصحاب میں ایک بھی غیر ہندی نہیں تھا اور انہوں نے اپنی زندگی میں ہندوستان سے باہر اپنا پیغام نہیں پہنچایا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اہل ہند ہی کو اپنا مخاطب سمجھتے تھے - اہل ہنود کو بھی اعتراف ہے کہ ان کا کوئی رشی غیر برہمن نہیں ہوا جو اس بات کی کافی شہادت ہے کہ ویدک دھرم تمام انسانوں کے لئے عام نہیں ہے -

لیکن قرآن نے یہ اعلان کر کے اپنا فیض ہر انسان کے لئے یکساں عام کر دیا -

ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریہ
بے شک جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور اچھے عمل کرتے ہیں وہ بہترین مخلوق ہیں -

من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم باحسن ما کانوا یعملون
جو کوئی نیک عمل کرتا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس حال میں کہ وہ مومن ہو ہم اسے پاکیزہ زندگی دیں گے اور ان کے عمل کا بہترین اجر دیں گے -

ان اللہ مع الذین اتقوا
بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو پرہیزگار ہیں -

ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ
اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو ، اللہ تم سے محبت کرے گا -

انتم الاعلون ان کنتم مومنین
اگر تم مومن ہو تو تم ہی بلند رہو گے

اللہ ولی الذین آمنوا
اللہ مومنوں کا دوست ہے

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین آمنوا وکانوا یتقون
خبردار اللہ کے دوستوں پر کوئی خوف اور غم طاری نہ ہوگا - اللہ کے دوست وہ ہیں جو مومن اور پرہیزگار ہیں -

اس میں کسی قبیلہ ، خاندان ، قوم ، نسل ، وطن ، رنگ ، زبان ، مرد ، عورت کی تخصیص نہیں ہے - یہی سبب ہے کہ دیگر بانیان مذاہب کے برخلاف پیغمبر اسلام کے اصحاب کرام میں قریشی ، حبشی ، انصاری ، اسرائیلی ، رومی ، ایرانی ، عراقی ، قحطانی ، نجدی ، سوڈانی ، امیر ، غریب ، آزاد ، غلام ، مرد ، عورت ، کالے گورے ، بوڑھے ، جوان ، لڑکے غرض ہر قسم کے لوگ شامل تھے جن کے ساتھ مساویانہ سلوک کیا جاتا تھا اور کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جاتا تھا - چنانچہ حضرت سلمان فارسی کی نسبت آپ نے فرمایا - سلمان من اہل بیتی یعنی سلمان گویا میرے گھر کا آدمی ہے - آپ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ سے کر دیا - حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ کو ایک غزوہ میں اسلامی لشکر کا قائد بنایا -

کیا دنیا کی تاریخ میں اس جمہوریت و مساوات کی کوئی نظیر ہے ؟

کیا یہ اس امر کی بین دلیل نہیں ہے کہ اسلام کا دروازہ تمام اقوام عالم کے لئے یکساں کھلا ہوا ہے اور اس کی رو سے انسانوں کے مصنوعی امتیازات کوئی حیثیت نہیں رکھتے ؟

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام انسانوں کو ایک خدا کی اطاعت کی تلقین کر کے ایک سطح پر کھڑا کر دیا اور ایک عالمگیر برادری قائم کر دی جس میں کوئی اونچ نیچ نہیں ہے - کوئی اچھوت نہیں ہے سب کے حقوق برابر ہیں - جو اللہ اور رسول کی اطاعت کر کے نیک عمل کرے اور گناہوں سے بچے وہی اللہ کا محبوب اور اس کے فضل و کرم کا مستحق ہے

وبشر المومنین بان لھم من اللہ فضلا کبیرا

اگر آج تمام دنیا یہ عقیدہ اختیار کر لے کہ ہم سب کا خالق اور رب ایک ہی ہے اور تمام انسانوں کی اصل بھی ایک ہے تو اس کا لازمی اور قطعی نتیجہ یہ ہوگا - کہ باہمی منافرت رقابت اور عداوت کی بجائے محبت اخوت اور مساوات کا جذبہ پیدا ہو جائے گا - کوئی کسی پر ظلم نہیں کرے گا ، ہر شخص دوسرے کے نفع کو اپنا نفع اور نقصان کو اپنا نقصان سمجھے گا - یہ محض تخیل نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس الٰہی نظام کو قائم کر کے دکھا دیا

واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا
اور یاد کرو اپنے اوپر اللہ کے اس انعام کو جبکہ تم دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کر دی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے اور اس نے اس سے تم کو بچا لیا -

اس الٰہی نظام میں لوگ نیک کاموں میں تعاون اور برے کاموں میں ترک تعاون کرتے ہیں -

تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان
نیکی اور تقوے کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور سرکشی میں مدد نہ کرو

عالمگیر نمونہ :- پیغمبر اسلام ہی دنیا کے تمام انسانوں کو ایک کرنے کے لئے تشریف لائے اور آپ نے اس عظیم الشان کام کی بنیاد رکھی اور عرب کی تمام قوموں کو شیر و شکر کر دیا - آپ کے سوا کسی پیغمبر نے تمام دنیا کا ہادی ہونے کا دعوی نہیں کیا - لہذا آپ کے سوا کسی کو عمومی ہادی ماننے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا - آپ کے سوا دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں ہوا جو ہر قسم کے لوگوں کے لئے عملی نمونہ بن سکے - کیونکہ آپ ہی کو ہر قسم کے حالات پیش آئے - آپ یتیمی کی حالت سے بادشاہی تک پہنچے - آپ نے بکریاں چرائیں تجارت کی - ملازمت کی - جنگ و صلح کی - مقدموں کا فیصلہ کیا - دوستوں اور دشمنوں سے معاملہ کیا - شادی کی - خدمت کی - ہر قسم کی قربانیاں کیں - اپنے تمام کام اپنے ہاتھ سے کئے - اس لئے ہر حیثیت کا آدمی زندگی کے ہر شعبہ میں آپ کے اسوۂ حسنہ سے ہدایت حاصل کر سکتا ہے کسی دوسرے بانی مذہب کو اتنے مختلف حالات سے گزرنا نہیں پڑا - مثلاً حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ نے بادشاہی کی اس لئے وہ بادشاہوں کے لئے نمونہ ہو سکتے ہیں لیکن غریبوں کے لئے نہیں - حضرت مسیح کو کبھی دنیوی اقتدار حاصل نہیں ہوا اس لئے حکام ان کی زندگی سے استفادہ نہیں کر سکتے -

چونکہ پیغمبر اسلام تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے تھے اس لئے آپ ان تمام کمالات کے جامع تھے جو دیگر انبیا میں فرداً فرداً پائے جاتے تھے اور آپ کی لائی ہوئی کتاب بھی عالمگیر کتاب ہونے کی وجہ سے تمام گذشتہ کتابوں کی تعلیمات کا مجموعہ ہے رسول من اللہ یتلو صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ - یہ کتاب تمام انسانوں کو ایک سلسلہ میں منسلک کرنے والی ہے - واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو - لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ بے شک تمہارے لئے اللہ کے رسول میں ایک اچھا نمونہ ہے

وحدت حکومت :- جب تمام انسانوں کا خالق ، مالک اور رب صرف اللہ ہے تو قانون سازی اور حکومت اسی کا حق ہے اور کوئی انسان دوسرے انسانوں پر حکومت کرنے کا اہل نہیں ہو سکتا

یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم فالحکم للہ العلی الکبیر
اے لوگو اپنے رب کی اطاعت کرو جس نے تم کو پیدا کیا - لہذا حکومت اللہ بزرگ و برتر کی ہے

ان الحکم الا للہ امر ان لا تعبدوا الا ایاہ
حکومت صرف اللہ کی ہے - اس کا حکم ہے کہ اس کے سوا کسی کی اطاعت نہ کرو -

رسول کریم کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا کہ غیر اللہ کی حکومت کا خاتمہ کر کے صرف اللہ کی حکومت قائم کریں

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ
اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے -

اولی الامر کا کام احکام الٰہی نافذ کرنا ہے -

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول
اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے حاکموں کی اگر کسی بارے میں اختلاف ہو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو -

ایک نصب العین :- جب تمام انسان اللہ ہی کے بندے اور مخلوق ہیں تو ان کو اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور اس کے سوا کسی کی طرف متوجہ نہ ہونا چاہئے -

انا للہ وانا الیہ راجعون
ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں -

ففروا الی اللہ انی لکم منہ نذیر مبین ولا تجعلوا مع اللہ الٰھا آخر
پس اللہ کی طرف دوڑو بیشک میں اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ بناؤ -

انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین

میں نے مخلص ہو کر اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور میں اس کی الوہیت میں کسی کو شریک نہیں مانتا

عالمگیر صلح :- اب تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہو گیا کہ اسلام عالمگیر اخوت۔ مساوات اور صلح کا پیغام ہے۔ اسلام کے معنی ہیں اطاعت۔ سپردگی اور صلح۔ مسلم وہ ہے جو اللہ اور انسانوں سے صلح کرتا ہے۔ یعنی حق اللہ اور حق الناس ادا کرتا ہے۔

ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اہلہا۔ — اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ ہر ایک کا حق ادا کرو۔

خود اللہ تعالیٰ کا صفتی نام سلام ہے۔ بہشت بھی دارالسلام یعنی سلامتی کا گھر ہے۔ اور از سرتا پا سلامتی ہے تحیتہم فیہا سلام۔ (یونس ع ۱) لایسمعون فیہا لغوا ولا تاثیما الا قیلا سلاما سلاما۔ (الواقعہ) اس بہشت میں لوگ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دیں گے اور سلام سلام کے سوا کوئی لغو اور گناہ کی بات نہ سنیں گے۔ مسلمان جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ تو السلام علیکم کہہ کر سلامتی کی دعا دیتے ہیں۔

عالمگیر رواداری :- جب اسلام کا ظہور ہوا دنیا میں کسی کو ضمیر کی آزادی حاصل نہیں تھی۔ اختلاف عقائد کی بنا پر انسانوں کا خون بہایا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین پر بھی ہر قسم کے ظلم و تشدد کیا گیا۔ قرآن نے عالمگیر گمراہی اور فساد کے اس تاریک دور میں یہ آواز بلند کی "لا اکراہ فی الدین" دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ "لکم دینکم ولی دین" تمہارے لئے تمہارے عمل کی جزا اور میرے لئے میرے عمل کی جزا۔ "لنا اعمالنا ولکم اعمالکم" ہمارے لئے ہمارے عمل اور تمہارے لیے تمہارے عمل۔ فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ جو کوئی چاہے ایمان لائے اور جو کوئی چاہے کفر کرے۔ یعنی کسی کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ قرآن نے یہاں تک حکم دیا کہ کفار کے جھوٹے معبودوں کو بھی گالیاں نہ دو۔

لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم (الانعام ع ۱۳)

جن ہستیوں کو یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہیں تم ان کو گالی نہ دو ورنہ یہ لوگ دشمنی اور جہالت کی وجہ سے اللہ کو گالی دیں گے۔

رسول اللہؐ نے اس رواداری کا عملی نمونہ بھی پیش کیا۔ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے مدینہ آیا۔ آپ نے ان کو اپنی مسجد کے قریب مکانوں میں ٹھہرایا۔ اسی اثنا میں اتوار آگیا۔ جو ان کی عبادت کا دن تھا۔ اور وہ صرف گرجا میں عبادت کر سکتے تھے۔ اور مدینہ میں کوئی گرجا نہیں تھا۔ اس لئے وہ پریشان تھے۔ رسول اللہؐ نے ان کی پریشانی کا سبب دریافت کر کے فرمایا کہ ہماری مسجد موجود ہے۔ تم اس میں اپنے طریقہ سے عبادت کر سکتے ہو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ آپؐ نے ان کو جملہ حقوق کے تحفظ کی سند عطا کی۔ یہ ہجرت کے بعد کا واقعہ ہے۔ جب کہ آپ کو بڑی اقتدار حاصل تھا اور آپ عرب کے فرمانروا تھے۔ آپ کی یہ رواداری کسی کمزوری پر محمول نہیں کی جا سکتی۔ آج بیسویں صدی میں بھی جبکہ حریت ضمیر۔ رواداری اور جمہوریت کے بلند بانگ دعوے کئے جاتے ہیں۔ اس رواداری کی نظیر نہیں مل سکتی جس کا عملی نمونہ اب سے چودہ سو سال قبل پیغمبر اسلام نے دکھایا۔ آج لوگ اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ وہ رواداری نہیں برت سکتے جو پیغمبر اسلام نے اپنے مخالفوں کے ساتھ برتی۔ آپ نے عیسائیوں کو اپنی مسجد میں عبادت کرنے کی اجازت دی۔ لیکن آج اونچی جاتیوں کے ہندو نیچی جاتیوں کے ہندوؤں کو بھی مندروں میں داخل نہیں ہونے دیتے کیونکہ ان کے داخلے سے مندر ناپاک ہو جاتا ہے۔ آج اگر اسلامی رواداری کا اصول اختیار کر لیا جائے تو بہت سے فتنوں کا انسداد ہو جائے گا۔

اسی تعلیم کا اثر تھا کہ مسلمان حکومتوں نے ذمیوں (غیر مسلم رعایا) کے ساتھ وہ رواداری برتی اور ان کو وہ حقوق دیئے جو ان کو اپنی ہم مذہب حکومتوں میں بھی حاصل نہیں تھے۔ مسلمانوں نے ان کے خون کو اپنے خون کی مانند سمجھا۔ دماءہم کدمائکم (ان کا خون تمہارے خون کی مانند ہے) یہودیوں نے عیسائی حکومتوں کے ظلم سے تنگ آکر مسلمان ملکوں میں پناہ لی۔ مسٹر ایچ۔ جی کین نے زوال سلطنت مغلیہ میں اور مسٹر مارسڈن نے تاریخ ہند میں لکھا ہے کہ شاہان مغلیہ نے ہندوؤں کے ساتھ جو رواداری برتی اس کا نام و نشان اس زمانہ میں یورپ میں بھی نہ تھا۔

اگر مسلمان بادشاہ ہندوستان میں تلوار کے زور سے اسلام پھیلاتے تو آج یہاں مسلمان اقلیت میں نہ ہوتے۔ بلقان میں ترکوں نے سینکڑوں برس حکومت کی لیکن آج وہاں مسلمانوں کی اقلیت ہے۔ اسلام اپنی روحانی اور اخلاقی قوت سے پھیلا ہے۔ چین میں مسلمانوں نے کبھی حکومت نہیں کی۔ لیکن وہاں کئی کروڑ مسلمان موجود ہیں۔ ترکوں اور تاتاریوں نے مسلمانوں کی ثقافت و تمدن کو تباہ کیا۔ اور لاکھوں مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن آخر کار اسلام کی روحانی قوت سے مغلوب ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ اور اس شان کے ساتھ کہ اس میں غیر مسلم اقلیت بھی نہیں ہے۔

بین الاقوامی امت :- ایک عالمگیر دین ہونے کی حیثیت سے اسلام نے اپنے متبعین کو بین الاقوامی امت بنایا ہے۔ جس کا فریضہ ہی یہ ہے کہ دنیا کے سامنے اپنا عملی نمونہ پیش کرے۔ نیکی پھیلائے۔ برائیاں دور کرے اور خلافت الٰہیہ قائم کرے

وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم۔

تم میں جو لوگ ایمان لائے۔ اور انہوں نے نیک عمل کیا۔ اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنی زمین میں اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا۔

کذلک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا۔

ہم نے تم کو درمیانی راہ پر چلنے والی یا بین الاقوامی امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ بنے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ

تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کیلئے نکالا گیا۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

اس امت کا نصب العین ہی یہ قرار دیا گیا۔ کہ حکومت الٰہیہ قائم کر کے حق اللہ اور حق الناس ادا کرے۔

الذین ان مکنٰہم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونہوا عن المنکر

یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم ان کو دنیا میں اقتدار بخشیں تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیکی کا حکم دیں۔ اور برائی سے روکیں۔

وحدت انسانی کے نصب العین کو پورا کرنے کے لئے اسلام نے ارکان اربعہ کی شکل میں ایک عملی پروگرام پیش کیا۔ دن میں پانچ دفعہ ایک حلقہ کے آدمی مسجد میں جمع ہو کر ایک ساتھ اپنے رب کے سامنے جھکتے ہیں۔ ہفتہ میں ایک بار یعنی جمعہ کے دن ایک بستی کے لوگ جامع مسجد میں جمع ہوتے ہیں۔ سال میں دو بار یعنی عیدین میں بستی کے علاوہ اطراف کے باشندے بھی ایک میدان میں اکٹھا ہوتے ہیں۔ ان اجتماعات میں امیر و غریب و شاہ و گدا بلا امتیاز صف بند ہو جاتے ہیں۔ سال میں ایک ماہ یعنی رمضان میں روزے رکھ کر خورد و نوش کے لحاظ سے امیر و غریب ایک سطح پر آجاتے ہیں۔ روزہ کی مدت میں ایک روزہ دار امیر اور روزہ دار غریب میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ زکوٰۃ کے ذریعہ سے غریبوں کو مالداروں کے مال میں حصہ دار بنا دیا گیا۔ تؤخذ من اغنیاءہم وترد علی فقرائہم (حدیث)

وحدت مرکز۔ تفرقہ دور کرنے اور اتحاد قائم کرنے کے لئے ایک مرکز کی ضرورت ہے۔ اسلام میں وحدت و مساوات کا سب سے بڑا مظاہرہ حج ہے۔ نماز میں شاہ و گدا ایک صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان کی وضع اور لباس وغیرہ کا امتیاز باقی رہتا ہے۔ حج میں یہ ظاہری امتیازات بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ اور ہر اعلیٰ و ادنیٰ طبقہ کے لوگ ایک ہی وضع و لباس میں رب العالمین کے حضور میں حاضر ہو جاتے ہیں۔ حاجیوں کو دیکھ کر کوئی شاہ و گدا میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اسلام نے دنیا کے اس قدیم ترین معبد (کعبہ) کو تمام دنیا کا دینی مرکز قرار دیا

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین

بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا۔ مکہ میں ہے جسے برکت دی گئی اور جو تمام جہانوں کی ہدایت کا مرکز ہے

یہ تمام دنیا کی ہدایت کا مرکز ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ بابرکت ہے۔ یہاں سے ہدایت کا جو چشمہ پھوٹا اس سے تمام اقوام عالم سیراب ہوتی ہیں اور تا قیامت سیراب ہوتی رہیں گی۔ وحدت نسل انسانی کا اتنا عظیم الشان پروگرام اسلام کے سوا کسی دین میں نہیں پایا جاتا۔

یہ ہے عالمگیر اخوت و مساوات و امن کا وہ پیغام جو

(باقی صفحہ ۳۵ پر)

شانِ قرآن

از مولانا فضل الرحمن صاحب قاصر بٹل ضلع ہزارہ

قرآن کی عظمت اس کے ماننے والوں کی زبانی تعریف و توصیف کی کھوکھلی بنیادوں پر قائم نہیں بلکہ اس کی مثال ایک ایسے تناور اور سایہ دار درخت کی ہے جس کی جڑیں اگر زمین کے اندر دور دراز تک پھیلی ہوئی ہیں۔ تو شاخیں بھی ایسی ہیں۔ کہ آسمانی رفعتیں اور عظمتیں بھی اُنکے آگے سربسجود ہیں۔ روح پرور اور جاں فزا سایہ کا یہ حال کہ قریباً چودہ سو سے خدا کی وہ تھکی ماندی مخلوق اس کے نیچے دم دبا رہی ہے جسے اس نے اپنے پاک ارادے اور بے لوث محبت و رافت کے ساتھ "خلافت ارضی" کے پاک منصب پر مامور فرمایا تھا۔ (إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً)

یا یوں سمجھیے کہ قرآن پاک ایک زنجیر ہے۔ جو اپنی مضبوط کڑیوں کے ذریعہ سے خالق اور اس کی افضل و اشرف مخلوق کے بین بعد اور دوری کے تمام پردے پھاند کر مخلوق کو خالق سے قریب اور قریب سے اقرب کرنے کی ذمہ دار ہے۔ لیکن... اس ضمانت سے صرف وہی مبارک ہستیاں مستفید ہو سکتی ہیں جنہوں نے دوسری تمام زنجیروں سے کٹ کر اپنے آپ کو صرف قرآن کی کڑی میں پرو دیا ہے۔ فَادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً یہ آسمانی صحیفہ چند اوراق و الفاظ ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ علوم معارف کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک ایسا سمندر ہے جس کی تہہ اگر گوہر نایاب دستیاب ہو سکتے ہیں۔ تو سطح پر بھی ہیرے و جواہرات عام ہیں۔ جو خوش نصیب ساحل سمندر پر تلاش لعل و گہر (رشد و ہدایت) میں سرگردان رہتے ہیں۔ تو باد رحمت کا پہلا ہی جھونکا ایسی گوہر فشانی کرتا ہے۔ کہ طالبان مراد جھولیاں بھر بھر کر بامراد و شاد کام ہو جاتے ہیں۔ پھر نے کو تو اس کراماتی سمندر کے کنارے لاکھوں پھرتے اور کروڑوں اس میں تیرتے ہیں لیکن وہ بدنصیب نامراد و محروم ہی لوٹتے ہیں۔ جن کے دل طلب اور قبول کی تڑپ سے خالی ہوتے ہیں۔

الْعَالِمُ بِلَا عَمَلٍ كَشَجَرٍ بِلَا ثَمَرٍ مرحوم و محروم کی اس تفاوت پر بعض کوتہ نظر عاجلانہ جسارت کے ساتھ شکوک و شبہات میں بھی پڑ جاتے ہیں اور حیرت و استعجاب میں بھی مگر نہیں جانتے کہ يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا بھی ایک حل طلب حقیقت ہے کون کہتا ہے۔ کہ صرف یہ قرآن ہی آسمانی صحیفہ اور خدائی کلام ہے؟ اس سے پہلے بھی ہر زمان اور مکان میں آسمانی صحف و کتب کا نزول ہوتا رہا ہے۔ صداقت ہدایت و دیانت کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ لیکن اتنا فرق ضرور ہے۔ کہ اس ضخامت کے لحاظ سے چھوٹی اور دوامت کے اعتبار سے وزنی اور موٹی کتاب نے کالعدم سابقہ تمام ریکارڈ نہ صرف توڑ کر رکھ دیے بلکہ حقائق و معانی کے ابتدائی تمام منتشر اور پریشان پرزے اور اجزا باہم جوڑ کر چھوڑے۔ ایسے جوڑے اور اس دانائی سے جوڑے کہ ماضی حال اور استقبال یک وقت نظر آنے لگے۔ هَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ

اولاد آدم جسمانی طور پر تنومند صحتمند اور شجاع تھی مگر روحانی اعتبار سے نہ صرف یہ کہ وہ از کار رفتہ نحیف اور کمزور تھی۔ بلکہ ایک ایسے پلید مرض میں بھی مبتلا تھی۔ جو مرض لا علاج کا درجہ رکھتا ہے۔ حاذق زماں اطباء و حکماء ہزاروں نہیں لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں اطراف عالم میں پھیلے ہوئے تھے چار دانگ عالم میں ان کی مسیحائی اور فنی مہارت کے ڈھنڈورے پیٹے جاتے تھے۔ لیکن ان کی بیاض اور قرابادین میں روحانیت کے بیمار کی شفا کا کوئی ادنٰے نسخہ بھی نہیں تھا۔ لیکن قرآن جب معالج کے روپ میں نمودار ہوا۔ تو سسکی انسانیت کی نبض پر پہلا ہاتھ رکھتے ہی ایسا نسخہ بتا دیا جو باوجود بیش بہا ہونے کے عام اور وافر تھا۔ پہلی ہی چسکی نے یہ اثر دکھایا کہ پنج ہیر کے تمام روحانی کوڑھی درد بے درماں سے نجات پا کر گویا مس خام سے کندن بن کر رہ گئے۔ بیمار اور مریض انسانیت نے صحت کا ایسا غسل کیا۔ کہ آئندہ روحانیت پر حملہ کرنے والے تمام جراثیموں کا قلع قمع کر کے رکھ دیا۔

ہاں جیسا کہ ہر علاج کی کامیابی کا مدار پرہیز پر ہے۔ اس معالج حقیقی نے بھی روحانی صحت برقرار رکھنے کے لئے پرہیز کی قید لگائی ہے۔ جو معالج کی ہدایت کے موافق پرہیز کے پابند رہیں گے۔ ان کی صحت پر کوئی برا وقت آنے کا نہیں لیکن جو پرہیز کے بغیر صرف دوا ہی پر آس لگائے بیٹھے ہیں۔ ان کے لئے دوا ہیں نہ شفا ہے۔ نہ علاج ان کے لئے راس ہے اگر ہے تو صرف یاس ہی یاس۔۔۔ (ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ) دنیا میں امامت۔ امارت۔ قیادت اور لیڈر شپ کا وجود آج کی پیداوار نہیں بلکہ ابتدائے آفرینش سے یہ رنگ ڈھنگ چلے آئے ہیں۔ فطرت انسانی جو روز اول سے ان حقائق پر کاربند اور پابند رہنے پر مجبور ہے۔ ہمیشہ ان خوش آئند دل پسند قیود کا احترام کرتی رہی۔ لیکن ایک عرصہ سے صورت حال یہ ہو رہی تھی۔ کہ کبھی تو امامت اور قیادت قسم کے دعوے انانیت کے گوشہ سے اور کبھی اپنے بغیر دوسروں کی تذلیل و تحقیر کے ارادوں سے اُبھرتے اور پھیلنے شروع ہو گئے تھے۔ دنیا والے فطری طور پر امارت اور لیڈر شپ قبول کرنے پر مجبور تھے۔ لیکن انسانی عقل کی نارسائی انکو صحت مند اور فاسد رہبری اور راہنمائی میں امتیاز سے ہمیشہ دور رکھتی رہی۔ نتیجہ یہ ہوتا رہا کہ غلط کار لیڈروں اور سیہ کار پیشواؤں کو سادہ لوح عوام کے جذبات سے کھیلنے کا خوب موقع ملتا رہا۔ خواص میں سے کوئی مذہب کی لاٹھی اور کوئی خشک اقتدار کا سونٹا لئے بے چارے عوام کو جدھر چاہتا ہانکتا۔ نہ منزل تھی نہ شاہراہ۔ بس ایک دھاندلی تھی جس میں اللہ تعالیٰ کی بے کس و بے بس مخلوق جوتی ہوئی تھی۔ عوام پر خواص کے اثر اور دبدبے کا جوا اس طرح رکھا ہوا تھا۔ کہ وہ نہ صرف اس سے چھٹکارا کی سبیل کی تلاش میں تھے۔ بلکہ اپنی اس زندگی پر موت کو بھی ترجیح دیتے تھے۔ مگر وہ بازار ایسا تھا۔ کہ وہاں منہ مانگی موت بھی ملنے کی نہیں تھی۔ ہاں تو پھر لیڈر اور پیشوا کیا تھے؟

تاریخ بتلاتی ہے کہ وہ شتر بے مہار تھے۔ جدھر چاہتے چل پڑتے۔ بے پیندے کے لوٹے تھے۔ نفس کی ہوا جس سمت سے چلتی وہ ادھر ہی لڑھک پڑتے۔ منطقی طور پر کہنا پڑیگا۔ کہ عوام اور خواص پیشوا اور پیر و سبھی انسانیت کے زیور سے عاری اور وحشیت کے لباس میں ملبوس تھے قرآن جب ایک راہنما اور رہبر کے طور پر بنی نوع انسان کا دستگیر ہوا۔ تو دعوٰی سے زیادہ دلائل اور دلائل سے بڑھ کر عمل کا ایسا سہل اور آسان پروگرام انسانیت کے سامنے رکھا کہ بوجھ کے نیچے دبی ہوئی مخلوق کے کندھے ہلکے ہو گئے اس کامیاب راہنما نے جہاں منزل کو متعین کیا۔ وہاں منزل تک پہنچنے کے تمام طور طریقے بھی عام فہم اور کھلے الفاظ میں بتلا دیئے راہنمائی اور نشاندہی کی حد یہ کہ احساسات سے ماورا اخرت و عاقبت میں پیش آنے والے واقعات سے بھی روشناس کرا دیا۔ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

آج ہر قوم اور ہر زبان میں ادب کو سامان زیست تصور کیا جاتا ہے۔ اور واقعہ بھی یہی ہے۔ کہ کسی قوم اور اس کی زبان کی زندگی میں ادبی فصاحت اور بلاغت کو خاص دخل حاصل ہے۔ لیکن آج سے چودہ سو سال پہلے جزیرہ عرب میں قریش کے نام پر بھی ایک ایسی قوم آباد رہ چکی ہے۔ جسے اپنی زبان کی پاکیزگی اور ادا کی شستگی پر آخری حد تک ناز تھا۔ وہ اتنے نازاں اور فخریہ تھے کہ فصاحت اور بلاغت میں کوئی بھی انکے مقابلے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اس ربانی کلام نے الفاظ و معانی کا سلسلہ تبلیغ جب شروع کیا۔ تو تمام اہل زبان اور اہل کلام ادبا اور شعرا انگشت بدنداں ہو کر رہ گئے چاہیئے تو یہ تھا کہ استجاب کے فوراً بعد وہ سر تسلیم خم کرتے اور خود پسندی کے تمام ہتھیار ڈال دیتے۔ لیکن مفلوج فہم اور ناکارہ ادراک نے ان بدبختوں کو ہمیشہ سمعنا و عصینا پر جمائے رکھا۔ ہاں تو جو کج فہمی اور ہٹ دھرمی میں مبتلا نہیں تھے۔ انہوں نے انداز تعلیم کو جانچ کر امنا و صدقنا کی صدا بلند کی۔ اور اس چیلنج کے ساتھ بلند کی فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ

آج تصانیف و تالیف کی بھرمار ہے۔ پریس کی عمومیت نے کتاب نویسی کا مشغلہ آسان سے آسان ترین کر دیا ہے لیکن سب جانتے ہیں۔ کہ آج اگر کتابوں کی فہرست میں کوئی نیا اضافہ ہوتا ہے۔ تو کل کوئی کتاب نسیاً منسیاً ہو کر رہ جاتی ہے۔ زمانے کی بے اعتنائی جہاں مشاہیر عالم مصنفین کی کارآمد تحریروں اور یادداشتوں کو اہل زمان کے دل و دماغ سے خارج کر دیتی ہے۔ وہاں آسمانی کتابیں کتابیں بھی زمانے کی دست درازیوں سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ زبور کہاں ہے تورات کا کیا حشر ہوا۔ اور قرآن سے پہلے کی آخری آسمانی کتاب انجیل کا کیا بنا۔ ان سوالات کا صحیح جواب ایک روشن ضمیر مورخ اور روشن دماغ محقق کے نزدیک

یہی ہو سکتا ہے۔ کہ خدا کی طرف سے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کی حفاظتی ہمہ لی صرف قرآن ہی کیلئے خاص ہے اور ان ظاہری ذرائع کے ساتھ خاص ہے۔ کہ یہ مجموعہ کلام صرف کاغذی اوراق اور سنگین تختیوں ہی پر نقش نہیں بلکہ صدہا سال سے بغداد کی امانت اس کے دیانتدار بندوں کے لوح دل پر بھی کندہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مخالفت کا کوئی منگامہ عناد کا کوئی ارادہ اور بدخواہی کا کوئی اقدام اس کی جزوی و کلی کالیت کو داغدار بنا سکا ہے نہ بنا سکے گا وہ زمین جو کبھی ابراہیم علیہ السلام موسٰے اور عیسٰے علیہما السلام ایسے چراغوں سے منور و روشن تھی۔ آج ان کے غروب کے بعد تمام کائنات بشری پر ڈراؤنی تاریکی مسلط تھی۔ اور اولاد آدم زندگی کے ہر ہر قدم پر ٹھوکریں کھاتی اور ذلت اٹھاتی مگر کوئی چارہ کار نہیں پڑتا تھا۔ زمین پر عصیان و عدوان کی گھٹائیں کبھی قیصر کی سمت سے اور کبھی کسریٰ کی طرف سے اٹھتیں اور آگ بن کر زمین پر برستیں۔ الغرض زمین کا تمام زرخیزی جل بھن کر خاکستر بن چلی تھی۔ اور بھرنے والوں کے لیے سراپا جہنم کنتم علی شفا حفرۃ من النار)

عین اسی حالت میں آسمان ہدایت کا وہ نیر تاباں جس کی قسمت میں غروب نہیں جب افق عالم پر طلوع ہوا تو اپنے جلو میں ایسی ضوفشانی اور تابانی کو لیکر جلوہ نگن ہوا کہ دنیا گھپ اندھیرے سے نکل کر بقعۂ نور بن کر رہ گئی (فانقذکم منہا)

وحشت اور حیوانیت کی وہ تمام گھٹا ٹوپ فضائیں جنہوں نے آدم زادوں کو ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنا دیا۔ یکسر کافور ہو گئیں اور تمام نوع انسانی کو اتحاد اور اتفاق کا ایسا نور بخشا کہ وہ آپس میں شیر و شکر ہو کر رہنے لگے۔ (اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم ط) دنیا میں انسان کے بنائے انسان ہی کے من گھڑت اور خود تراشیدہ آئین و قوانین مدون و مروج تھے بے شمار قانون سازوں میں باہمی رسہ کشی کا بازار گرم تھا۔ برائے نام مقنن ایک دوسرے کی تذلیل کرتے اور پگڑیاں اچھالتے کیچڑ اچھالنے کی اس مشق میں بڑے تو بڑے لیکن چھوٹوں پر بھی چھینٹیں پڑی ہوئی تھیں۔ خدا سے بغاوت کی عام دلیری کے ساتھ خلق آزادی میں بھی وہ قوانین طاق اور خاص تھے۔ لیکن آئین خداوندی کا یہ مرقع جب نازل و صادر ہوا تو مبالغہ نہیں حقیقت ہے۔ کہ انسانی ذہن کی پیداوار قسم کے تمام قوانین و آئین دم دبا کر بھاگ نکلے۔ بارگاہ الٰہی سے آیا ہوا یہ قانونی مرقع جہاں گیری و جہانداری جہانبانی اور جہاں آرائی کے ایسے خطوط پر مرتب ہو کر آیا کہ جہاں انسان اور خدا کے درمیان کے تمام پردے اٹھا دیئے وہاں انسان کے وہ بنیادی حقوق بھی اجاگر کر دئے جن حقوق پر ہوس رانوں اور غرض کے بندوں نے مکارانہ و فریبکارانہ پردے ڈال دیتے تھے۔ جاء الحق وزہق الباطل

کتنا افسوسناک و شرمناک امر ہے کہ فی زمانہ وہ تمام بیماریاں اور کمزوریاں وہ تمام جہالت اور ضلالت وہ تمام تاریکی اور سیاہی ہم پر محیط ہے۔ جس کو دور کرنے ہی کی غرض سے

قرآن ہمارے پاس آیا تھا۔ کس قدر ناشکری ہو گی۔ کہ ہم ایک ایسے رحیم و کریم "کے قانون و آئین کو چھوڑ کر ان کھوکھلے قوانین کا اپنے آپ کو پابند کر دیں۔ جن کی تہہ میں انسانی بربادی کا

زہر ہلاہل ہی رکھا ہوا ہے۔ ایسا رحمٰن و مہربان جس نے ہماری طلب کے بغیر ہمیں اپنی اَن گنت عنایات سے نوازا ہے۔ اور الٰہی انعامات میں قرآن ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ خدا کتاب لقد و جس پر عمل ہی احسان شناسی ہے۔ اگر ہم نے اپنے خانہ ساز تمام مطالبوں اور مطالبوں پر لات مار کر صرف قرآن ہی کے مطالبات کو عملاً تسلیم کر لیا۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ رحمت خداوندی کے وہ تمام دروازے ایک ایک کر کے ہم پر کھل نہ جائیں۔ جن دروازوں سے داخل ہو کر ہمارے اسلاف عروج و ترقی کے بلند ترین مقامات پر متمکن ہو گئے تھے تو باقی تمام دنیا ان کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور سر جھکائے کھڑی تھی۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ

کتاب اللہ

ضیاء الدین خطیب جامع مسجد واہ کینٹ

اس [illegible] صرف کتاب اللہ ہی ایسی کتاب ہے جو مندرجہ ذیل سوالات کا جواب دیتی ہے۔ کوئی مذہبی کتاب ان سوالات کا جواب نہیں دیتی۔

سوال: تیری آمد کس ذات کی طرف سے ہے

ج: اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (سورۃ المؤمن رکوع ۱ پ ۲۴)

ترجمہ:- یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ جو غالب ہر چیز کا جاننے والا ہے)

حٰمٓ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (حٰم السجدہ ۱ پ ۲۴)

(یہ (کتاب) بڑے مہربان نہایت رحم والے کی طرف سے نازل ہوئی ہے)

سوال ۲: تجھے کون لایا

ج: جبرئیل۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (سورۃ البقرہ رکوع ۱۲ پ ۱)

ترجمہ:- تو کہہ دے جو کوئی جبرئیل کا دشمن ہو اسی نے اتارا ہے یہ قرآن اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر

سوال: تیرے لانے والے کا درجہ کیا ہے

جواب: اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ

ترجمہ:- بے شک یہ قرآن ایک معزز رسول کا لایا ہوا ہے۔ جو بڑا طاقتور ہے۔ عرش کے مالک کے نزدیک بڑے رتبے والا ہے۔ وہاں کا سردار امانتدار ہے

سوال ۴: تو کس وطن سے آیا۔

ج: لوح محفوظ سے۔ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (سورۃ البروج پ ۳۰)

ترجمہ:- بلکہ وہ قرآن ہے بڑی شان والا لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے)

سوال: تجھے کس پر اتارا گیا

ج: تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (سورۃ الفرقان رکوع ۱ پ ۱۸)

ترجمہ:- بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا۔ تاکہ تمام جہان کے لئے ڈرانے والا ہو)

سوال: اس عبد کا نام بتاؤ۔

ج: نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ (سورۃ محمد رکوع ۱ پ ۲۶)

ترجمہ:- نازل کیا گیا محمد پر۔

سوال: کس زبان میں اترا۔

ج: قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا حٰم السجدہ رکوع ۱ پ ۲۴)

قرآن عربی میں (ہے)

سوال: تو کس ماہ میں اترا۔

ج: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (سورۃ البقرۃ رکوع ۲۳ پ ۲)

رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔

س ۸: تو کس رات میں آیا

ج: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (سورۃ القدر پ ۳۰)

ترجمہ:- بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اتارا ہے)

س ۹: تیرا نام کیا ہے

ج: يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ (سورۃ یٰسین رکوع ۱ پ ۲۳)

ترجمہ:- قرآن حکمت والے کی قسم ہے)

س: تیرا مقصد کیا ہے۔

ج: میرا مقصد موعظت و شفا۔ ہدایت و رحمت ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ یونس رکوع ۶ پ ۱۱)

ترجمہ:- اے لوگو! تمہارے رب سے نصیحت اور دلوں کے روگ کی شفا تمہارے پاس آئی ہے اور ایمانداروں کے لئے ہدایت اور رحمت

س: کیا تیری نظیر کوئی ہے۔ اور کیا لوگ جمع ہو کر بھی

(باقی ص ۳۴)

نقشہ اوقات سحری و افطاری رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۶ء

برائے شہر لاہور و مضافات

تاریخ ہجری	تاریخ عیسوی	یوم	اختتام سحری		افطاری	
			گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ
۳۰ شعبان	۱۳ - اپریل	جمعہ	۴	۱۳	۶	۳۰
یکم رمضان	۱۴	ہفتہ	۴	۱۱	۶	۳۱
۲	۱۵	اتوار	۴	۱۰	۶	۳۱
۳	۱۶	پیر	۴	۸	۶	۳۲
۴	۱۷	منگل	۴	۷	۶	۳۲
۵	۱۸	بدھ	۴	۶	۶	۳۳
۶	۱۹	جمعرات	۴	۴	۶	۳۴
۷	۲۰	جمعہ	۴	۳	۶	۳۵
۸	۲۱	ہفتہ	۴	۱	۶	۳۶
۹	۲۲	اتوار	۴	۰	۶	۳۶
۱۰	۲۳	پیر	۳	۵۹	۶	۳۷
۱۱	۲۴	منگل	۳	۵۸	۶	۳۸
۱۲	۲۵	بدھ	۳	۵۷	۶	۳۹
۱۳	۲۶	جمعرات	۳	۵۵	۶	۳۹
۱۴	۲۷	جمعہ	۳	۵۴	۶	۴۰
۱۵	۲۸	ہفتہ	۳	۵۳	۶	۴۰
۱۶	۲۹	اتوار	۳	۵۲	۶	۴۱
۱۷	۳۰	پیر	۳	۵۱	۶	۴۲
۱۸	یکم مئی	منگل	۳	۴۹	۶	۴۲
۱۹	۲	بدھ	۳	۴۸	۶	۴۳
۲۰	۳	جمعرات	۳	۴۷	۶	۴۴
۲۱	۴	جمعہ	۳	۴۶	۶	۴۵
۲۲	۵	ہفتہ	۳	۴۵	۶	۴۵
۲۳	۶	اتوار	۳	۴۳	۶	۴۶
۲۴	۷	پیر	۳	۴۲	۶	۴۶
۲۵	۸	منگل	۳	۴۱	۶	۴۷
۲۶	۹	بدھ	۳	۴۰	۶	۴۸
۲۷	۱۰	جمعرات	۳	۳۹	۶	۴۸
۲۸	۱۱	جمعہ	۳	۳۸	۶	۴۹
۲۹	۱۲	ہفتہ	۳	۳۷	۶	۵۰
۳۰	۱۳	اتوار	۳	۳۶	۶	۵۰

ضروری ہدایات

مغربی پاکستان کے دوسرے شہروں کے اوقات سحر و افطار کے لئے مندرجہ ذیل منٹ جمع اور منہا کر کے حاصل کئے جا سکتے ہیں جہاں جمع (+) ہے وہاں منٹ جمع کرتے ہیں اور جہاں نفی (-) ہے وہاں منٹ نفی کرتے ہیں۔

شہر	سحر	افطار	
لائل پور	+۵	+۴	
منٹگمری	+۸	+۳	
ملتان	+۱۶	+۵	
سیالکوٹ	-۵	-۱	
راولپنڈی	-۲	+۱۱	
پشاور	+۳	+۱۷	

تاریخ ہجری	تاریخ عیسوی	یوم	اختتام سحری		افطاری	
			گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ
یکم شوال	۱۴ مئی	پیر	۳	۳۵	۶	۵۱
۲	۱۵	منگل	۳	۳۴	۶	۵۲
۳	۱۶	بدھ	۳	۳۳	۶	۵۳
۴	۱۷	جمعرات	۳	۳۲	۶	۵۴
۵	۱۸	جمعہ	۳	۳۱	۶	۵۰
۶	۱۹	ہفتہ	۳	۳۰	۶	۵۵
۷	۲۰	اتوار	۳	۲۹	۶	۵۶

روزہ رکھنے کی نیت:-

وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ

روزہ افطار کرنے کی نیت:-

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ!

تیار کردہ:- غلام قادر اظہر

خالد منزل ایف ۲۷۵۶ - لائبن سجان لاہور

قرآن کے چند معاشی احکام

از جناب محمد اسلم صاحب بی کام ۔ لاہور

انسان اس زمین پر اللہ تعالیٰ کا نائب ہے اور اس کی نیابت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرے اور اس کی بندگی بجا لائے ۔ قرآن میں ارشاد ہے ۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۔ (سورۃ الذّٰریٰت رکوع نمبر ۳ پارہ ۲۷) اور میں نے جن اور انسان کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے ۔ گویا انسان کی زندگی کا مقصدِ عظیم اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی بندگی ہے ۔ عبادت کے معنی فقط نماز روزہ وغیرہ نہیں بلکہ ہر وہ کام جو معبودِ حقیقی کی رضا کے لئے کیا جائے وہ عبادت ہے ۔ انسان کی زندگی کے اس مقصد کی تکمیل کے لئے خود خدائے وحدہٗ نے اس کی سیاسی ۔ سماجی ۔ معاشی ۔ تمدنی غرضیکہ اس کی زندگی کے ہر شعبہ کے لئے ایسے قوانین وضع کر دیئے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر انسان اپنے اس مقصدِ عظیم کو بخوبی اور باآسانی حاصل کر سکتا ہے ۔

موجودہ مشینی دور میں انسان کے معاشی مسئلہ نے بہت زیادہ اہمیت حاصل کر لی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ صنعتی انقلاب کے بعد معاشرہ کا اقتصادی ڈھانچہ صحیح بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے بے شمار نظریات پیش کئے گئے ۔ قریباً ہر نظریہ پر کسی نہ کسی ملک میں اور کسی نہ کسی دور میں عمل کرنے کی کوشش کی گئی ۔ مگر تاریخ شاہد ہے کہ انسان کا معاشی مسئلہ دن بدن الجھتا ہی جا رہا ہے ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہر نظام اور نظریہ کی بنیاد مادہ پرستی پر رکھی جاتی ہے اور ان میں انسان کی فطرت کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے ۔ بہترین نظامِ معیشت وہ نظام سمجھا جاتا ہے جس میں آبادی کے زیادہ سے زیادہ حصہ کی زیادہ سے زیادہ فلاح پیشِ نظر ہو ۔ اس مقصد کے حصول کے لئے مختلف نظام ہائے معیشت نے مختلف ذرائع تجویز کئے ۔ اسلام بھی اگرچہ اس بات کا قائل ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کی فلاح کا بندوبست کیا جائے مگر وہ اس فلاح کو اپنے معاشی نظام کا مقصد نہیں قرار دیتا ۔ وہ اس کو ایک ذریعہ بناتا ہے اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے گویا دوسرے نظام ہائے معیشت میں لوگوں کی فلاح ایک نصب العین (END) ہے ۔ مگر اسلام میں یہ ایک مقصد کے حصول کا ایک ذریعہ (MEANS) ہے ۔ غالباً اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ۔ روسیوں اور پارسیوں کی عیش پسندی کا تذکرہ کرتے ہوئے اور ان کی معیشت کی تباہی بیان کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "کاشتکاروں، تاجروں، پیشہ وروں اور اس طرح دوسرے کاروباریوں پر طرح طرح کے ٹیکس عائد کر کے ان کی کمر توڑ دی اور انکار کرنے پر ان کو سخت سے سخت سزائیں دیں اور مجبور کر کے ان کو ایسے گھوڑوں اور گدھوں کی طرح بنا دیا جو آب پاشی اور ہل چلانے کے کام میں لائے جاتے ہیں ۔ اور ہنرکاروں اور مزدور پیشہ لوگوں کو اس قابل بھی نہ چھوڑا کہ وہ اپنی حاجت و ضروریات کے مطابق بھی کچھ پیدا کر سکیں اس پریشان حالی اور افلاس کا نتیجہ نکلا کہ ان کو اپنی اخروی سعادت ۔ فلاح اور خدا سے رشتۂ بندگی جوڑنے کے لئے بھی مہلت نہ ملی تھی"

شاہ صاحب رح کے اس بیان میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ فاسد معاشی نظام کی وجہ سے انسان اپنی اصلی راہ سے بھٹک کر اپنی منزلِ مقصود یعنی عبدیت کو بھی بھول جاتا ہے ۔

قرآن کریم نے انسانی زندگی کے معاشی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا ۔ اس نے اس کی رہنمائی کیلئے چند بنیادی اصول وضع کر دیئے ہیں ۔ جن پر عمل پیرا ہونے سے وہ نہ صرف دنیوی فلاح حاصل کر سکتا ہے بلکہ اخروی فلاح کا سامان بھی بہم پہنچا سکتا ہے ۔ یہاں ان اصولوں کا مختصر تذکرہ فائدہ سے خالی نہ ہو گا ۔

حقِ معاش میں مساوات قرآن معیشت کا حق اس ارضی کرہ کے ہر بنی نوعِ انسان کو مساوی طور پر دیتا ہے ۔ اس کے نزدیک اگرچہ رزق اور معاش کا تعلق صرف مشیتِ الٰہی پر مبنی ہے ۔ تاہم وہ کسی شخص کو بھی حقِ معیشت سے محروم نہیں کرتا ۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا

(سورہ ہود رکوع نمبر ۱ پ ۱۲) اور زمین پر کوئی چلنے والا نہیں مگر اس کی روزی اللہ پر ہے

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۔

(سورہ الذّٰریٰت رکوع نمبر ۳ پ ۲۷)

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ ہی روزی دینے والا زبردست قوت والا ہے ۔

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ ۔ (سورہ الحجر رکوع نمبر ۲ پارہ ۱۴)

اور ہم نے تمہارے لئے اس میں معیشت کے سامان بنا دیئے اور ان کے لئے بھی جن کو تم روزی دینے والے نہیں ہو ۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

(سورہ البقرہ رکوع نمبر ۳ پارہ ۱)

(ترجمہ ۔ اللہ وہ ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے پیدا کیا ۔)

آیات مذکورہ میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ رزق اللہ تعالیٰ نے ہی انسانوں کیلئے زمین میں مہیا کیا ہے گویا اس سے استفادہ ہر انسان کو بغیر کسی تخصیص اور بلا کسی امتیاز کے حق ہے ۔ چنانچہ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا کی تفسیر کرتے ہوئے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

"جملہ اشیائے عالم تمام بنی آدم کی مملوک معلوم ہوتی ہیں ۔ یعنی غرضِ خداوندی تمام اشیا کی پیدائش سے رفعِ حوائجِ جملہ ناس ہے اور کوئی شے فی حدِ ذاتہٖ کسی کی مملوک خاص نہیں ۔ بلکہ ہر شے اصل خلقت میں جملہ ناس میں مشترک ہے اور من وجہ سب کی مملوک ہے ۔ ہاں بوجہ رفعِ نزاع وحصول انتفاع قبضہ کو علتِ ملک مقرر کیا گیا ۔ جب تک کسی شے پر ایک شخص کا قبضۂ تامہ مستقلہ باقی رہے اس وقت تک کوئی اور اس میں دست درازی نہیں کر سکتا ۔ ہاں خود مالک و قابض کو چاہئے کہ اپنی حاجت سے زائد پر قبضہ نہ رکھے ۔" آگے چل کر فرماتے ہیں کہ "یہی وجہ ہے کہ مالِ کثیر حاجت سے بالکل زائد رکھنا بہتر نہ ہوا اگرچہ زکوٰۃ دے دی ہو ۔" (ایضاح الادلہ صفحہ ۲۶۸)

درجاتِ معیشت میں فرق اگرچہ قرآن اس بات کا سختی سے مخالف ہے کہ کسی کو حقِ معیشت سے محروم کر دیا جائے اور ایسے سامان مہیا کر دیئے جائیں جن میں انسان، انسان کا غلام بن کر رہ جائے مگر وہ معیشت کے درجات میں فطری تفاوت کا اعلان بھی کرتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی شانِ رزاقی ایک تو یہ ہے کہ اس نے سب کیلئے رزق مہیا کیا ہے اور دوسری یہ کہ اس رزق میں کسی کو زیادہ حصہ دیا گیا ہے اور کسی کو کم ۔ ارشاد ہوتا ہے ۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ ۔ (سورہ الزخرف رکوع نمبر ۳ پ ۲۵)

(ترجمہ ۔ ان کی روزی تو ہم نے ان کے درمیان دنیا کی زندگی میں تقسیم کی ہے ۔ اور ہم نے بعض کے بعض پر درجے بلند کئے)

وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ أَفَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ۔

(سورہ النحل رکوع نمبر ۱۰ پ ۱۴)

(ترجمہ ۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض

پر رزق میں فضیلت دی ہے۔ پھر جنہیں فضیلت دی گئی ہے وہ اپنے حصہ کا مال اپنے غلاموں کو دینے والے نہیں۔ کہ وہ اس میں برابر ہو جائیں۔ پھر کیا اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں"

گویا رزق میں تفاوت درجات کی مصلحت ایک خاص قسم کی آزمائش پر مبنی ہے۔ ایک جانب تو متمول لوگوں کا امتحان ہے کہ وہ اپنی دولت و ثروت کو اپنی ملکیت ہی نہ سمجھ بیٹھیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس میں سے حصہ دیں اور دوسری طرف غربا کا امتحان ہے کہ وہ امرا کو دیکھ کر کفران نعمت نہ اختیار کریں۔ اور نہ حسد اور بغض کو دل میں جگہ دیں۔ بلکہ طمانیت قلب کے ساتھ اپنی مختصر فارغ البالی اور خوشحالی پہ شاکر رہیں۔ اور یا پھر عملی جدوجہد کر کے حلال طریقوں سے غنا و دولت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ واللہ المستعان ؀

اس تفاوت درجات کی وجہ سے دولت کا چند انسانوں کے ہاتھوں میں جمع ہو جانے کا جو خطرہ تھا قرآن نے اس پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ وہ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ فقراء، مساکین، قرابت دار اور یتیمیوں پر خرچ کریں تاکہ ایسا نہ ہو کہ دولت چند ہاتھوں میں اکٹھی ہو کر رہ جائے۔ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَةً بَیْنَ الْاَغْنِیَاءِ مِنْکُمْ (سورہ الحشر رکوع نمبر ۱ پ ۲۸)

(ترجمہ۔ تاکہ وہ (مال) تمہارے دولتمندوں میں نہ پھرتا رہے)

اکتناز کی ممانعت

دولت کی غلط تقسیم اور درجات میں غیر فطری تفاوت کو روکنے کیلئے بھی قرآن نے سونا اور چاندی جمع کر رکھنے کی سخت ترین الفاظ میں ممانعت کی ہے ارشاد ہے ؎

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُکْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ ۔ (سورہ التوبہ رکوع ۵ پارہ ۱۰)

(اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ جس روز کہ وہ جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا۔ پھر اس سے ان کی پیشانیاں، پہلو اور انکی پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا سو اس کا مزہ چکھو جو تم جمع کرتے تھے)

انفاق فی سبیل اللہ

اکتناز کے برعکس اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی جگہ جگہ تلقین ہے ارشاد ہے ؎

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ۔ (بقرہ)

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو ؀

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ۔ (سورہ المنافقون رکوع نمبر ۲ پ ۲۸)

(خرچ کرو جو ہم نے تمہیں روزی دی ہے۔ اس سے پہلے کہ کسی کو تم میں سے موت آجائے)

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ۔ (سورہ البقرہ رکوع ۲۴ پارہ ۲)

(ترجمہ۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔)

اس کے علاوہ اور بہت سی آیات میں زکوٰۃ اور صدقات اور خیرات کی ترغیب و ترہیب دی گئی ہے۔ اُن کی روح یہ ہے کہ دولت جمع کرنے اور ذخیرہ کرنے کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ صرف اور خرچ کے لئے ہے۔ اس کے علاوہ آیات میراث اور قانون وراثت بھی اسی حکمت پر مبنی ہے کہ دولت و ثروت جمع و ذخیرہ کے لئے نہیں ہے بلکہ تقسیم اور پھیلنے کیلئے ہے تاکہ اس کا افادہ زیادہ سے زیادہ وسیع ہو سکے اور لوگوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد دنیوی فلاح و بہبود سے متمتع ہو سکے ؀

جوا اور سود کی حرمت

خرید و فروخت اور لین دین کے معاملات میں کوئی ایسا معاملہ جائز نہیں ہے جس سے فاسد نظام معیشت بروئے کار آئے۔ قرآن نے جوا اور اسی قسم کی دوسری خرافات کی ممانعت کر دی ہے ارشاد ہے ؎

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ۔ (المائدہ رکوع نمبر ۱۲ پ ۷)

(ترجمہ۔ اے ایمان والو! شراب۔ جوا۔ بت اور فال کے تیر سب شیطان کے گندے کام ہیں۔ پس ان سے بچتے رہو۔)

اسی طرح سود کی اسلامی نظام معیشت میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (سورہ البقرہ رکوع نمبر ۳۸ پ ۳)

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ اللہ تعالیٰ نے سوداگری کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے ؀

یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ ؀

(سورہ البقرہ رکوع نمبر ۳۸ پ ۳)

(ترجمہ۔ اللہ سود کو مٹاتا ہے۔ اور صدقات کو بڑھاتا ہے)

کمانا اور خرچ کرنا

علم الاقتصاد اس علم کو کہتے ہیں۔ جو انسان کے اس شعبہ زندگی کا جائزہ لیتا ہے۔ جس میں وہ دولت کماتا اور صرف کرتا ہے۔ یعنی دولت حاصل کرنے اور پھر اسے خرچ کرنے کے طریقے علم المعیشت کے بنیادی مسائل ہیں۔ جہاں تک دولت کمانے کا تعلق ہے۔ اسلام کے حکم کے مطابق انسانوں کو صرف جائز طریقے سے دولت کمانی چاہئے۔ اور صرف مال طیب ہی حاصل کرنا چاہئے۔ چنانچہ قرآن کی متعدد آیات میں حلال اور طیب مال کھانے کا حکم دیا گیا ہے سورہ البقرہ رکوع نمبر ۲۱ پ ۲ میں ارشاد ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ؀

(ترجمہ۔ اے لوگو! ان چیزوں میں سے کھاؤ۔ جو زمین میں حلال پاکیزہ ہیں۔ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔)

وَکُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا

(سورہ المائدہ رکوع ۱۲ پ ۷)

(ترجمہ۔ اور اللہ کے رزق میں سے جو چیز حلال ستھری ہو کھاؤ۔)

حلال مال سے مراد ایسا مال ہے۔ جو ذاتی طور پر حرام نہ ہو۔ لیکن طیب وہ مال ہے جس کے ساتھ غیر کا حق متعلق نہ ہو۔ جن اشیا کی حرمت اس شے کی حقیقت اور ذات میں نہیں پائی جاتی بلکہ باہر کے اسباب سے حرمت آتی ہے وہ طیب نہیں ہیں۔ مثلاً سود۔ رشوت۔ جوا۔ ظلم۔ غصب۔ دھوکا۔ خیانت اور چوری جیسے ناپاک ذرائع سے حاصل کی ہوئی اشیاء اگرچہ اپنی ذات میں، وہ حلال ہی ہوں۔ لیکن طیب نہیں ہیں۔

اب طیب اور حلال مال کو خرچ کس طرح کیا جائے؟ ارشاد ہوتا ہے ؎

وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا

(سورہ اعراف رکوع ۳ پ ۸)

(ترجمہ۔ کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ نکلو)

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا (سورہ بنی اسرائیل رکوع نمبر ۳ پ ۱۵)

(ترجمہ۔ اور مال کو بے جا خرچ نہ کرو۔)

وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِکَ وَلَا تَبْسُطْهَا کُلَّ الْبَسْطِ۔ (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۳ پ ۱۵)

(ترجمہ۔ اور اپنا ہاتھ اپنی گردن کے ساتھ بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے کھول دے بالکل کھول دینا) (باقی ۱۲ پر)

بقیہ اُمّ القرآن

(صفحہ ۵ سے آگے)

قیامت کے خوفناک واقعات قرآن کریم میں آئے ہیں سب مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ میں درج ہیں۔ جو کچھ قرآنِ مقدس میں عبادت و طاعت کا ذکر ہے وہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں داخل ہے۔ سوال اور عاجزی کا سارا ذکر اِيَّاكَ نَسْتَعِينُ میں بھرا ہوا ہے۔ قرآن عظیم میں جہاں جہاں طلب ہدایت اور بُرے خاتمہ سے خوف کرنے کا ذکر آیا ہے اِهْدِنَا میں داخل ہے اور جو قرآن مجید میں انعام و اکرام اور مقربین خدا کا ذکر آیا ہے وہ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں مذکور ہے۔ اور جو قرآن میں مشرکوں کا بیان وارد ہوا ہے وہ سب غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کے تحت مندرج ہے۔

رحمٰن اور رحیم دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں اور رحمٰن میں رحیم سے زیادہ مبالغہ ہے۔

ترجمہ و تفسیر الحمد للہ (سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں) جو عمدہ سے عمدہ اوّل سے آخر تک ہوتی ہیں۔ اور جو ہوں گی خدا ہی کو لائق ہیں کیونکہ ہر نعمت اور ہر چیز کا پیدا کرنے والا۔ اور عطا کرنے والا وہی ہے خواہ بلا واسطہ عطا فرمائے یا بواسطہ۔ جیسے دھوپ کی وجہ سے اگر کسی کو حرارت یا نور پہنچے تو حقیقت میں آفتاب کا فیض ہے۔

حمد را با تو نسبتے ست درست
بر درِ ہر کہ رفت بر درِ تست

(ربّ العالمین۔ جو پالنے والا ہے سب سارے جہان کا) مجموعۂ مخلوقات کو عالم کہتے ہیں۔ اور اسی لئے اُس کی جمع نہیں لاتے مگر آیت میں عالم سے مراد ہر جنس مثلاً عالم جن۔ عالم ملائکہ۔ عالم انس وغیرہ وغیرہ ہیں تاکہ جملہ افرادِ عالم کا مخلوق جناب باری ہونا ظاہر ہو جائے (الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔ بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے) مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ (مالک روز جزا کا) اس کے خاص کرنے کی اول وجہ تو یہی ہے۔ کہ اُس دن بڑے بڑے امور پیش آئیں گے۔ ایسا خوفناک روز نہ پہلے ہوا نہ آگے کو ہو، دوسرے اس روز بجز ذات پاک حق تعالیٰ کے کسی کو ملک و حکومت ظاہری بھی تو نصیب نہ ہوگی۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (تیری ہی ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں) اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اُس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطۂ رحمتِ الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اُس سے کرے تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ اھدنا الصراط المُسْتَقِيمَ (بتلا ہم کو راہ سیدھی) صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (راہ اُن لوگوں کی جن پر تو نے فضل فرمایا) چار فرقوں پر انعام کیا گیا ہے۔ انبیاء۔ صدیقین، شہدا اور صالحین غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ (جن پر نہ تیرا غصہ ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے مراد یہود و نصاریٰ ہے۔

اسرار سورۂ فاتحہ

اس سورہ کا ہر ایک جملہ دوسرے جملوں سے زنجیر کے حلقوں کی طرح مربوط ہے گویا کہ ایک جملہ دوسرے جملے کی دلیل ہے چنانچہ الحمد للہ ایک بڑا بھاری دعوے ہے کہ جس کا منکر انکار کر سکتا ہے کہ بعض خوبیاں فلاں کے لئے بھی ہیں۔ یا سرے سے ہم اللہ کو نہیں مانتے یا اُن خوبیوں کا خدا کے لئے کوئی ثبوت نہیں مانتے۔ پس جب اُس کے بعد "ربّ العالمین" کہا تو اُن تمام شکوک کو بڑی قوی دلیل سے دفع کر دیا۔ جب الرحمٰن الرحیم کہا تو گویا تمام عالم کے رب ہونے کے لئے کامل شہادت ادا کر دی کیونکہ تمام عالم کی پرورش کرنا اُسی کا کام ہے جو رحمٰن و رحیم ہے۔ اور مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ، گویا الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ کے لئے تتمہ اور تکملہ ہے گو دنیا کی لاکھوں نعمتیں اور بے شمار خوبیاں کسی کو اُس کی رحمت سے حاصل ہو جائیں۔ مگر تابہ کے۔ آخر غریبانہ اس دنیا اور اس کی ہر چیز کو چھوڑ جانا ہے مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ، ہونا اس رحمت کو کمال تک پہنچا دیتا ہے۔ کیونکہ مالک روز جزا دوسرے جہان میں اس جہان سے بڑھ کر دے گا۔ اور اُس عالم بقا میں بہت کچھ نیک سلوک اور احسان فرمائے گا۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" میں تو اپنی ذاتِ جامع الصفات کا جلوہ دکھا کر ذاتی محبت کا پیالہ پلا دیا۔ اور رَبِّ الْعَالَمِينَ، میں حقوق سابقہ و لاحقہ، تربیت و حاجت روائی کو یاد دلا کر شیدا بنا دیا۔ اور الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، سے اپنی ہمہ وقت رحمت و عنایت کا امیدوار بنا کر ممنون کر دیا اور "مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ، سے تو آخرت کی نعمائے باقیہ اور عنایاتِ غیر متناہیہ کا نقشہ دل پر جما کر اپنا دیوانہ کر دیا اور مجنون بنا دیا۔ اہل ایمان۔ اللہ کے ساتھ سب چیزوں سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ دیگر مفروضہ الہامی کتابوں میں نہ محبت کا طریق بتلایا ہے۔ نہ اس کو دلوں میں جمایا ہے اسی لئے جس قدر محبان اس امتِ محمدیہ میں گذرے ہیں۔ اور اب موجود ہیں یا آئندہ ہوں گے۔ کسی اور مذہب میں عشر عشیر بھی نہیں ہیں۔ کیونکہ محبت کا نتیجہ اول تو پوری پوری اطاعت ہے۔ اطاعتِ رسول عین اطاعتِ الٰہی ہے سو فرمانبرداری اور جاں نثاری جس قدر اس اُمت میں پائی جاتی ہے اس کا بیسواں حصہ بھی کسی جماعت میں نہیں ہے۔ موسیٰؑ کی اُمت کی سرکشی تو ضرب المثل ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے حواری گو مطیع تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے کیا نسبت۔ جنہوں نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر خدا کے دشمنوں سے بڑے استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا۔ مگر مسیحؑ کے ایک حواری نے تو چند روپے لے کر ان کو دشمنوں کے پنجہ میں پھنسا دیا۔ اور حضرت شمعون و دیگر حواری کافر ہو گئے۔

محبت کا آخری مرتبہ یہ ہے کہ اُس کے شوق میں اپنی جان و جسم کو اس پر فدا کر کے اُسی کے وصال کا طالب ہو۔

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم
راحتِ جاں طلبم و سوئے جاناں بروم
ذرہ بوائے رخ تو ذرہ صفت رقص کناں
تا لبِ چشمۂ خورشید درخشاں بروم

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ ... وَلَا الضَّالِّينَ میں واضح کر دیا۔ کیونکہ جب بندہ کو ہر امر میں راہ راست پر چلنے کی ترغیب دی اور سیدھی راہ چلنے والوں کو جو کچھ نتیجہ ملا وہ تبلا دیا اور اس کے برخلاف افراط و تفریط کرنے والوں کو۔

راہ راست کو چھوڑ دینے والوں کا ثمرہ غضب الٰہی اور گمراہی پہلوں کا حال بیان کر کے تبلا دیا گویا ہر کام کا نیک و بد نتیجہ دُنیوی اور اُخروی آنکھوں سے دکھا دیا اس کی شرح کے لئے بھی موسٰیؑ اور فرعون و دیگر انبیاء اور ان کے اعدا کا حال بیان کر کے متنبہ فرما دیا اور پھر عالم آخرت کے نیک و بد نتائج مختلف طور سے بیان کر کے دل کو عالم آخرت کے شوق سے اور اپنے خوف سے بھر دیا۔

خلاصہ اے بروں از وہم و قال و قیل من
خاک بر فرقِ من و تمثیل من!

(۱) خدا کی صفات کا ٹھیک ٹھیک تصور
(۲) قانون مجازات کا اعتقاد۔
(۳) معاد کا یقین۔
(۴) فلاح و سعادت کی راہ کی طلب۔
(۵) روحانی تصورات کا نصب العین۔
(۶) یہود اور نصاریٰ کے اعتقادات سے بیزاری محرومی اور گمراہی کی راہوں سے پناہ۔

ہیچ کس در ملکِ اُو انباز نے
قولِ اُو را لحن نے آواز نے (عطارؒ)

غور کرو مذہبی تصور کی یہ نوعیت انسان کے ذہن و عواطف کے لئے کس طرح کا سانچا مہیا کرتی ہے؟ جس انسان کا دل و دماغ ایسے سانچے میں ڈھل کر نکلے گا وہ کس قسم کا انسان ہو گا۔ کم از کم دو باتوں سے انکار نہیں کیا جا سکتا ایک یہ کہ اُس کی خدا پرستی خدا کی عالمگیر رحمت و جمال کے تصور کی خدا پرستی ہوگی۔ دوسری یہ کہ کسی معنی میں بھی وہ

غلام الدین

بقیہ اُمّ القرآن (صـ۳ سے آگے)

نسل و قوم یا گروہ بندیوں کا انسان نہیں ہوگا ۔ عالمگیر انسانیت کا انسان ہوگا ۔ اور دعوتِ قرآنی کی اصلی رُوح یہی ہے ۔

ہر چہ ہست از قامتِ ناسازِ بے اندامِ ماست
ورنہ تشریف تو بر بالائے کس دُشوار نیست

راسی قرآن میں ہے اب ترکِ جہاں کی تعلیم
جس نے مومن کو بنایا مہ و پرویں کا امیر
تن بہ تقدیر ہے آج ان کے عمل کا انداز
تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر
تھا جو ناخوب، بتدریج وہی خوب ہُوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر (اقبال)

<u>از موضح القرآن</u>

ترجمہ و تفسیر

شروع اس کتاب کا اللہ صاحب کے نام سے ہے
جو اللہ صاحب بہت مہربانی کرنے والا ہے
سب تعریفیں اور بڑائیاں خاصی سے خاصی اور سُتھری سے سُتھری اوّل سے آخر مُلک میں جو ہوئی ہیں اور ہوں گی تمام خدا تعالیٰ ہی کو لائق ہیں جو پیدا کرنے والا اور پالنے والا سب طرح کی ساری خلقت کا ہے ۔ جو بہت مہربان اور نہایت مہربانی کرنے والا ہے بادشاہ ہے مختار انصاف کے دن کا ۔ تیری ہی بندگی کرتے ہیں ہم دل اور جان سے سب کو چھوڑ کر اور تجھی ہی سے مدد چاہتے ہیں ۔ ہم سب سے مُنہ موڑ کر ۔ چلا ہم کو اور بتا اور سمجھا ہم کو سیدھی راہ ہر بات اور ہر کام میں جس راہ سے تُو خوش ہو ۔ لاہ اُن لوگوں کی سمجھا ہم کو جن پر فضل اور رحم کیا ہے تو نے ۔ نہ اُن لوگوں کی راہ بتا جن پر غصّے ہُوا تُو ۔ اور نہ بُھولے ہوئے گمراہوں کی راہ دکھ ہم کو ۔ آمین (الٰہی ایسا ہی ہو یعنی اچھے لوگوں کی راہ چلنے کی توفیق ملے ہم کو اور بُرے لوگوں کی راہ نہ چلیں ہم ۔

بقیہ کتاب اللہ (صـ۲۳ سے آگے)

تجھ جیسی کوئی کتاب بنا سکتے ہیں؟ جواب میری کوئی نظیر نہیں اور نہ کوئی بنا سکتا ہے قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ۔ سورہ بنی اسرائیل ع ۱۰ پ ۱۵) ترجمہ اگر سب آدمی اور جن مل کر بھی ایسا قرآن لانا چاہیں اور بڑے مدد کیا کریں ایک دوسرے کی تو ایسا نہیں لا سکتے اگرچہ اُن میں سے ہر ایک دوسرے کا مددگار کیوں نہ ہو) وما علینا الا البلاغ

قرآن اور وحدت انسان

(صـ۱۳ سے آگے)

آج سے تقریباً چودہ سو برس پہلے تمام دنیا کو سنایا گیا تھا ۔ اور جس کا کامیاب تجربہ عہدِ رسالت و خلافت راشدہ میں کیا گیا تھا جس کے بعد دنیا اس کو چھوڑ کر پھر گزشتہ تاریکیوں میں بھٹکنے لگی اور آج تک بھٹک رہی ہے اور رنگ ۔ نسل ۔ زبان ۔ وطن وغیرہ کی زنجیروں سے آزاد ہونا نہیں چاہتی ۔ دنیا میں اگر امن قائم ہو سکتا ہے ۔ تو اس کا واحد ذریعہ قرآن پر عمل کرنا ہے یہی تمام مسائل کا حل ہے ۔

وننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمۃ للمومنین
ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الظالمون
ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ ۔
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی سید المرسلین

خُطبہ جمعہ

حضرت مولانا احمد علی صاحب کا آئندہ جمعہ کا خطبہ قرآن مجید کے متعلق ہوگا ۔ آپ کی مصروفیات کی وجہ سے وہ جلدی تیار نہ ہو سکا ۔ اس لئے قرآن نمبر میں شائع نہیں ہو سکا (مدیر)

پنجاب پریس لاہور میں مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر نے چھپوا کر دفتر رسالہ خدام الدین لاہور اندرون شیرانوالہ گیٹ سے شائع کیا۔